

قال النبي ﷺ شجرة نضيفة (رواه ابن ماجه)

مَثِيرُ الدَّرَرِ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ

مؤلف

شيخ الحديث
ابن ماجة
عبد الباقي
مولانا

رئيس
جامعة اسلامية مفتاح العلوم كويت

نيواده مدرسه روض
كونه بلوچستان

العلماء المفتاح
جامعة

نشر و
مطبعة



تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

منطق	خطبات	تفاسیر
معانی	سیرت	احیث
تصوف	تاریخ	فقہ
تقابل ادیان	صرف	سوانح حیات
تجوید	نحو	درس نظامی
نعت	فلسفہ	لغت
تراجم	حکمت	فتاویٰ
تبلیغ و دعوت	بلاغت	اصلاحی
تمام فنون	مناظرے	آڈیو دروس

قال النبي ﷺ ثمرة نصيحة (رواه ابن ماجه)

مَثِيرٌ لِّلرَّائِي

صَحِيحُ الْبَخَّارِيِّ

تأليف

شيخ الحديث
أبو محمد
عبد الله بن أبي
مؤيد مولانا
حبيب الرحمن

رئيس

جامعته الإسلامية مفتوح العلم

نيواذه مدرسه روڈ کوئٹہ بلوچستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

مَثْبُوتُ الدَّرَازِي صَحِيحُ الْجَزَائِي

نام کتاب:

شیخ الحدیث
ابو محمد عبد الباقی
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

تالیف:

۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء

سن اشاعت:

(ایک ہزار ۱۰۰۰)

تعداد:

راز محمد راز مرکز کتابت کوئٹہ

ڈیزائننگ:

نشر و اشاعت

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ
نیواڈہ مدرسہ روڈ کوئٹہ بلوچستان

فہرست مضامین

ثمین الدرداری مقدمہ صحیح البخاری

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کا تعارف	۸
۲	مقدمہ	۱۲
۳	ضروری یادداشت	۱۳
۴	تعریف	۱۴
۵	موضوع	۱۴
۶	غرض	۱۴
۷	وجہ تسمیہ	۱۵
۸	فضیلت علم حدیث و حاجت و ضرورت علم حدیث	۱۵
۹	حدیث کا مقام ائمہ کرام کے نزدیک	۱۵
۱۰	حکم شرعی	۱۶
۱۱	حجۃ الاحادیث	۱۶
۱۲	فرقہ باطلہ کا نظریہ	۱۶
۱۳	حجۃ حدیث پر عقلی دلائل	۱۸
۱۴	محرمات	۱۹
۱۵	تدوین حدیث	۲۰
۱۶	منکرین حدیث کا اشکال	۲۰
۱۷	منکرین حدیث کے اشکال اور جواب	۲۱
۱۸	حاصل کلام	۲۲

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۳	اشکال کے جوابات	۱۹
۲۵	اشکال نمبر ۲	۲۰
۲۵	جواب نمبر ۱	۲۱
۲۵	دوسرا جواب	۲۲
۲۵	شعر	۲۳
۲۷	حاصل کلام	۲۴
۲۹	کبار تابعین	۲۵
۲۹	صغار تابعین	۲۶
۲۹	اوساط تابعین	۲۷
۲۹	حدیث کا پہلا مدون	۲۸
۳۰	ترجمۃ المصنف	۲۹
۳۲	امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش، تاریخ وفات اور عمر	۳۰
۳۲	جسمانی کیفیت	۳۱
۳۲	تاریخ وفات	۳۲
۳۳	شعر	۳۳
۳۳	آغاز تدریس	۳۴
۳۴	امام بخاریؒ کی ذہانت	۳۵
۳۴	طلب حدیث کا ذوق	۳۶
۳۵	طلب حدیث کیلئے سفر	۳۷
۳۵	امام بخاریؒ کا پہلا سفر	۳۸
۳۶	سعادة الشرب فی قدح النبی ﷺ	۳۹
۳۶	کمال حافظہ	۴۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۶	دوسرا سفر بصرہ کا	۴۱
۳۷	تیسرا سفر بغداد کا	۴۲
۳۷	چوتھا سفر نیشاپور کا	۴۳
۳۹	سوال یا اشکال	۴۴
۳۹	جواب	۴۵
۴۰	پانچواں سفر بخاری کا	۴۶
۴۱	شعر	۴۷
۴۱	جواب	۴۸
۴۲	تاریخ وفات	۴۹
۴۲	شعر	۵۰
۴۲	امام صاحب کی فضیلت	۵۱
۴۳	شعر	۵۲
۴۴	اقران اور اتباع کے ثنائیہ کلمات	۵۳
۴۴	ائمہ حدیث اور فقہاء کی نگاہ میں امام صاحب کا مقام	۵۴
۴۵	فاۃ کشی	۵۵
۴۵	جفا کشی	۵۶
۴۶	ورع و تقویٰ	۵۷
۴۶	شعر	۵۸
۴۷	کتاب البخاری احوال الجامع الصغیر	۵۹
۴۷	وجہ تسمیہ	۶۰
۴۷	امت کا اتفاق	۶۱
۴۸	الجامع	۶۲

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۴۸	شعر	۶۳
۴۸	سنن	۶۴
۴۹	مولفات حدیث کے اقسام	۶۵
۵۰	فضیلت صحیح بخاری	۶۶
۵۰	ابوزید مروزی کا خواب	۶۷
۵۱	سبب تالیف	۶۸
۵۱	سن تالیف	۶۹
۵۱	مدت تالیف	۷۰
۵۱	مدت تدریس	۷۱
۵۲	تالیف کتاب میں اہتمام	۷۲
۵۲	ابتدائی تصنیف کا مکان	۷۳
۵۲	صحیح بخاری کی روایات کی تعداد	۷۴
۵۳	اصطلاحات بخاری	۷۵
۵۳	تعلیقات بخاری	۷۶
۵۴	ثلاثیات بخاری	۷۷
۵۴	ثلاثی کی تعریف	۷۸
۵۴	لفظ ہو اور یعنی	۷۹
۵۴	مثلہ ونحوہ	۸۰
۵۵	مذاہب الائمة السنة	۸۱
۵۵	آداب الحمدین	۸۲
۵۶	تطہیر اور تطہیب کا اہتمام	۸۳
۵۷	عبداللہ بن مبارک	۸۴

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۸	مجلس حدیث	۸۵
۵۸	امام نووی کا ارشاد اور ہدایت	۸۶
۵۹	درس حدیث کے آداب میں سے اپنے شیوخ کی تعریف بھی ہے	۸۷
۶۰	آداب طالب حدیث	۸۸
۶۰	شعر	۸۹
۶۲	شیخ کی تعظیم کے متعلق شیخ الادب مولانا اعجاز علیؒ فرماتے ہیں	۹۰
۶۳	واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم	۹۱

جامعۃ اسلامیہ مفتاح العلوم

کا مختصر اجمالی تعارف

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ بلوچستان کی عظیم دینی درس گاہ ہے جو کہ ۱۹۷۵ء میں قائم ہوئی وقت قیام سے تاحال مسلسل عوام و خواص کا مرجع مسائل کے حل کیلئے خاص کر علوم دین کے پیاسوں کیلئے سیرابی کا باعث بنا ہوا ہے۔

الحمد للہ! جامعہ ہذا سے ہر سال بڑی تعداد میں علماء کرام، حفاظ و قراء حضرات فارغ التحصیل ہو رہے ہیں، جامعہ ہذا سے اب تک الحمد للہ ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام، حفاظ اور قراء حضرات سند فراغت حاصل کر چکے ہیں جو کہ اب مختلف علاقوں میں تمام دینی شعبوں میں درس و تدریس، خطابت سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ ہذا سے بعض فارغ التحصیل طلباء کرام نے اپنے اپنے علاقوں میں دینی مدرسے قائم کئے ہیں اور نہایت اخلاص کے ساتھ دینی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ جیسے:

الحمد للہ! جامعہ ہذا کی صوبہ کے مختلف علاقوں میں شاخیں قائم ہیں خاص کر کوئٹہ شہر میں چھوٹی شاخوں کے علاوہ قابل ذکر شاخیں تندہی و تیزی سے دینی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ جیسے:

(۱)۔ چکی شاہوانی کلی سردار آباد۔

(۲)۔ بالمقابل ایکسٹرنل ٹیکسیشن آفس نزد گسی ہاؤس سریاب روڈ کوئٹہ پر قائم ہے۔ اس عظیم دینی درسگاہ میں (بشمول شاخیں) 30 اساتذہ کرام جبکہ مختلف عملہ 35 کی تعداد پر مشتمل ہے۔

اساتذہ کرام شب و روز تفاسیر قرآن کریم، علوم نبوی ﷺ و دیگر فنون پڑھا رہے ہیں۔ مرکز اور دونوں برانچوں میں تقریباً 900 (نوسو) طلباء کرام بلا معاوضہ تعلیمی زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ اکابرین علماء دیوبند کے فرمان کے مطابق الحمد للہ جامعہ کو تمام سرکاری اداروں کے تعاون سے دُور رکھا گیا ہے۔

الحمد للہ! ایک اور خصوصیت اور امتیازی شان جو جامعہ کو حاصل ہے۔ وہ یہ کہ اکابرین علماء کرام بزرگان دین کی آمد و رفت کا مرکز اور روحانی تعلق کا منبع رہا ہے تب کہ بطور یادگار ان روحانی پیشواؤں کے اسماء گرامی ہدیہ قارئین ہیں۔

(۱) شیخ حافظ الحدیث والقرآن قطب العارفین حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی۔

(۲) پیر طریقت مرشد کامل جامع معقول والمقول حضرت مولانا عبد الکریم صاحب (پیر والے)

(۳) مفکر اسلام حامل کمالات علمی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب۔

(۴) قاطع شرک و بدعت مبلغ الاسلام شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب۔

(۵) مفسر قرآن، ماحی شرک و بدعت حضرت مولانا محمد طاہر صاحب (بچ پیر والے)۔

(۶) امام سیاست پاک و ہند حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب۔

(۷) جامع معقول والمنقول محدث کبیر حضرت مولانا سحبان محمود صاحب[ؒ]۔

(۸) محقق نبیل عالم باعمل حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب[ؒ]۔

(۹) مرشد کامل حضرت مولانا عبدالصمد ہالجوی صاحب۔

(۱۰) جامع معقول والمنقول حضرت مولانا عبدالرءوف صاحب[ؒ]۔

(حیدرآباد والے)

(۱۱) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب[ؒ]۔

(۱۲) مفسر جلیل مناظر ملت وکیل احناف حضرت مولانا منظور احمد نعمانی

صاحب (ظاہر پیر پنجاب)

(۱۳) رئیس دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ عالی۔

(۱۴) فخر مفتیان عظام حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹوکنھی۔

(۱۵) امیر عزیمت شہید ملت حضرت مولانا حق نواز شہید[ؒ]۔

(۱۶) مؤرخ الاسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی صاحب شہید[ؒ]۔

(۱۷) حضرت مولانا اعظم طارق صاحب شہید[ؒ]۔

(۱۸) مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید[ؒ]۔

(۱۹) حضرت مولانا سعید احمد مدنی صاحب (تبلیغی جماعت)۔

(۲۰) حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب (سابقہ پیش امام راینڈ مرکز)۔

(۲۱) حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری (ختم نبوت ﷺ)۔

(۲۲) حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر ختم نبوت ﷺ۔

(۲۳) رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان

صاحب مدظلہ عالی۔

(۲۴)۔ خطیب العصر حضرت مولانا عبدالمجید ندیم صاحب۔

(۲۵) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شریف اللہ خان صاحب (رحیم یار خان)

(۲۶) مفسر قرآن حضرت مولانا اختر محمد صاحب (قلات)۔

(۲۷) شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شیخ شفیق الرحمن صاحب در خواستی

(۲۸) مناظر ملت حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب (کراچی)۔

(۲۹) شیخ النحو مفتی غلام قادر ٹیڑھی والہ

(۳۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد کولاب جیل



مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى منّ علينا بجزيل النعم. والصلوة والسلام على نبیہ
سید العرب والعجم. المخصوص بكتاب نسخ شرائع من سبق
وتقدم. وبأمة هی افضل الامم. وعلى اله واصحابه مصابيح الظلم.

اما بعد : عرصہ دراز سے تدریس صحیح بخاری کے دوران احباب درس
کچھ لکھنے کی تمنا رکھتے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔ مگر احقر اس کام کیلئے ذہناً تیار نہیں
تھا۔ اس عظیم کتاب جس کا کتاب اللہ کے بعد کا درجہ ہے۔ ایک کم علم، کم صلاحیت
والا، صحیح بخاری پر کس طرح شرح لکھ سکتا ہے۔ لیکن احباب مخلصین اپنی موقف پر
مصر رہے، بار بار اصرار کرتے رہے۔ بہت غور و خوض کے بعد طبیعت میں کچھ میاں ان
پیدا ہوا۔ شاید اللہ تعالیٰ اس بندہ ناپزیر کو توفیق عطا فرمائیں۔ پس توکل علی اللہ تعالیٰ
وثقة بہ تلامذہ کے مطالبہ پر قلم اٹھایا۔

شیوخ کی تحقیقات کو مد نظر رکھ کر تحریر کا آغاز کیا۔ شیوخ میں سے قابل ذکر
مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب اور علامہ محمد یوسف بنوری صاحب اور مفتی محمد تقی عثمانی
صاحب دامت برکاتہم العالیہ، ان حضرات جیسی تحقیق کرنا مجھ جیسے کم علم کیلئے ممکن
نہیں۔ لیکن حتی المقدور اپنی استطاعت کے مطابق کوشش میں تقصیر نہیں کی ہے۔ اور
ماخذ کی طرف رجوع کرنا اور مأخذ کے ذکر کرنے کا اہتمام بھی مد نظر رکھا گیا ہے،
اور صدقہ جاریہ کی امید سے لکھا گیا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم.



افادتکم النعماء منى ثلاثة
يدى ولسانى والضمير المحجبا
وذلك فى ذات الاله وان يشاء
يبارک على اوصال شلو ممزّع

ايوم محمد عبد الباقي عفى الله عنه

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ هـ

۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ ع

يوم السبت.

ضروری یادداشت

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے درج ذیل امور کا پہچانا ضروری ہوتا ہے اور مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض (۴) وجہ تسمیہ۔

تعریف

تعریف علم حدیث: حدیث کا معنی لغت میں جدید و خبر و قول کے ہیں۔
تعریف علم حدیث اصطلاح میں: اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے حضور ﷺ کے اقوال، افعال، اور اوصاف پہچانے جائیں۔
تعریف: وہو علم يعرف به ما نسب الى رسول الله ﷺ قولاً او فعلاً او صفَةً۔

موضوع

علم حدیث کا موضوع: حضور ﷺ کے اقوال اور افعال کو کہتے ہیں۔
بعض علماء کے نزدیک ذات النبی ﷺ حدیث کا موضوع ہے۔ رسالت و نبوت کی حیثیت سے نہ کہ بشریت کے اعتبار سے۔ کیونکہ وہ علم طب کا موضوع ہے۔
موضوع: اقوال النبی ﷺ و افعاله۔ وقال بعضهم ذات النبی ﷺ من حيث الرسالة والنبوة لا من حيث البشرية، لانه موضوع الطب۔

غرض

حدیث کا غرض دنیا اور آخرت کی سعادت اور کامیابی حاصل کرنا۔ الفوز بسعادة الدارين۔

وجہ تسمیہ

حدیث کو حدیث اس لئے کہتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔ حدیث، حادث سے مأخوذ ہے جو کہ قدیم کا ضد ہے۔ (بمعنی نیا)۔

دوسری وجہ: حدیث قول کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں تسمیۃ الشیء باسم جزئہ الاعظم کے قبیلے سے ہوگا۔

تیسری وجہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ حدیث مأخوذ ہے قرآنی آیت سے، واما بنعمت ربك فحدث۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان فرماتے ہیں۔

فضیلت علم حدیث، اور حاجت و ضرورت علم حدیث

علم حدیث کا مرتبہ دو اعتبار سے ہے۔ ایک اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہے۔ اس لئے کہ اول نمبر قرآن کریم کا ہے۔ دوسرا اعتبار تعلیم کا ہے۔ اس حیثیت سے حدیث کا مرتبہ آخر میں ہے۔ جیسا کہ حدیث پڑھانے کا طریقہ ہے تمام کتب پڑھانے کے بعد پڑھایا جاتا ہے۔ جمہور محدثین متکلمین کے نزدیک علم تفسیر سے علم حدیث کا درجہ زیادہ ہے۔ اس لئے کہ تفسیر کا موضوع الفاظ قرآن ہیں۔ حدیث کا موضوع ذات رسالت مآب ﷺ ہے۔

حدیث کا مقام ائمہ کرام کے نزدیک

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ﴿لولا السنة ما فهم القرآن منا أحد﴾۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ﴿جميع ما نقوله الاثمة شرح للسنة﴾۔

و جميع ما تقوله السنة شرح للقرآن. ﴿

﴾ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اللهم ارحم خلفائي. قلنا ومن خلفائك يا رسول الله؟ قال الذين يحفظون احاديثي ويسلغونها الى الناس. وقال ﷺ ان اولى الناس بى يوم القيامة اكثرهم على صلوة و قرأة الحديث تستلزم كثرة الصلوة عليه ﷺ. ﴿

حکم شرعی

جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہو اس پر علم حدیث کا پڑھنا فرض عین ہے۔ جہاں بہت مسلمان ہوں ان پر فرض کفایہ ہے۔ یہی حکم علم فقہ کا ہے۔

حجۃ الاحادیث

حجۃ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم دلیل ہے اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ بھی دلیل ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح حدیث سے استدلال درست ہے۔ حجۃ حدیث کو موضوع بنا کر بحث کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک فرقہ ہے جسکو منکرین حدیث کہا جاتا ہے۔ (یعنی پرویزی)۔ وہ اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں، حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ منکرین حدیث کے کفر پر علما کا متفق علیہ فتویٰ ہے۔

اس فرقہ باطلہ کا نظریہ

(۱) قرآن کریم کو ہر آدمی اپنے دماغ سے سمجھ سکتا ہے۔ حدیث کی ضرورت کیا ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے اقوال اس زمانے کیلئے مخصوص تھے، ہمیشہ کیلئے

معتبر نہیں۔ کیونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں حالات کے ساتھ احکام میں بھی تغیر آجاتی ہے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے اقوال معتبر ہیں، چونکہ باوثوق ذریعہ سے ہم تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس لئے ہم ماننے کے پابند نہیں ہیں۔
منکرین حدیث کا یہ دعویٰ اور نظریہ نقلی اور عقلی دلائل کے اعتبار سے باطل اور غلط ہے۔

اس باطل فرقہ کے نظریہ کی تردید اور حدیث کی حجتی ثابت کرنے کیلئے قرآن حکیم کی چند آیتیں پیش کر کے انکے باطل دعویٰ کو غلط ثابت کیا جائیگا۔

(۱) وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا
واتقوا الله ان الله شديد العقاب.

(۲) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله
ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور الرحيم.

(۳) يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى
الامر منكم فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم
تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير واحسن تأويلا.

(۴) وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يشفكرون.

(۵) من يطع الرسول فقد اطاع الله.

(۶) يا ايها الذين آمنوا استجبوا لله وللرسول اذا دعاكم
لما يحكيكم.

(۷) لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً

قد يعلم الله الذين يتسللون منكم لو اذأفليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم.

(۸). فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر

بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً ممّا قضيت ويسلموا تسليماً.

(۹). وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم

الخيرة من امرهم. ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مبيناً.

(۱۰). ما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحياً او من وراء حجاب او يرسل رسولاً.

(۱۱) وما جعلنا القبلة التى كنت عليها الى آخر الآية.

(۱۲) علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم. الآية.

(۱۳) كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من

الخيط الاسود من الفجر.

یہ چند آیتیں قرآن کریم سے حجۃ حدیث کیلئے پیش کئے گئے۔ استدلالاً ان

مذکورہ آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں، طوالت کتاب کی وجہ سے انکو ترک کیا گیا۔

مشقی نمونہ از خروار کافی ہے۔ ان مذکورہ بالا آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر

حدیث کے نہ قرآن سمجھ میں آسکتا ہے نہ اتباع رسول کا فائدہ ہے۔ حالانکہ اتباع رسول

ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت رکھی ہے اور عدم اتباع میں ضلالت۔

حجۃ حدیث پر عقلی دلائل

قرآن کریم میں اجمالاً ہر چیز کا بیان ہے۔ ان چیزوں کا تعلق چاہے دینی

امور سے ہو یا دنیوی امور سے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى
وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ﴾.

مگر تفصیل ہر چیز کی اور تشریح حدیث سے ثابت ہے، مثلاً نماز کے اوقات
خمسہ، اور تعداد رکعات اور مراتب فرائض و واجبات کی تفصیل۔ صوم و زکوٰۃ کے
مفصل احکام، حج کے مناسک، قربانی وغیرہ کے مسائل، بیع و شراء، امور خانہ داری،
ازدواجی معاملات اور معاشرت کے قوانین۔ ان سب امور کی تفصیل حدیث ہی
سے ثابت ہے۔

محرمات

بول و براز، کتے گیدڑ، گدھا، بلی، چوہا کی حرمت قرآن کریم سے ثابت
نہیں۔ بلکہ ذکر تک نہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کیلئے منکرین حدیث ان جملہ اشیاء
خبیثہ کی حلت کے قائل ہیں۔ بعض منکرین حدیث نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں چار
حرام چیزوں کے سوا باقی ہر چیز کا کھانا فرض ہے۔ کھانے سے انکار کر دینا گناہ اور خدا
کے حکم کی معصیت ہے۔ یعنی کتا، گدھا، گیدڑ، بلی، چوہا، حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ وغیرہ
کھانا فرض ہے۔

﴿سُوِّدَ اللَّهُ وَجُوهُهُمْ وَخُتِمَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾.

منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ حدیث باوثوق اور با اعتماد طریقہ سے ہم تک
نہیں پہنچا ہے۔ اس لئے ہم حدیث کو حجت نہیں مانتے ہیں۔

تنبیہ: قرآن بھی تو انہی وسائط سے ہم تک پہنچا ہے۔ پس قرآن پر کیسے

اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ عملی طور پر قرآن کے بھی منکر ہیں۔ جس طرح حدیث کے منکر ہیں

لسانی طور پر بھی انکار کریں۔ صرف زبانی دعویٰ سے کام نہ بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔ انکار حدیث قرآن کے انکار کو تسلیم ہے۔ بہت سے احکام کا نسخ قرآن میں مذکور ہے۔ مگر منسوخ کا ذکر قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ وہ حکم منسوخ حدیث سے ثابت ہے۔ مثلاً، تحویل قبلہ اور ابتداء اسلام میں لیالی رمضان میں بعد از نوم اکل و شرب و بحال کی ممانعت کہیں قرآن میں ذکر نہیں۔ یہ ممانعت والا حکم حدیث سے ثابت ہے۔ اس حدیث والے حکم کو قرآن نے منسوخ کیا۔ جو حدیث کی حجیت پر واضح ثبوت ہے۔

تدوین حدیث

تدوین باب تفعلیل کا مصدر ہے، دَوَّن، يَدَوِّن، تدویناً دیوان سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے ترتیب دینا اور رجسٹر میں نام لکھنا۔ (یعنی لکھنے کو تدوین کہتے ہیں)۔ تدوین حدیث سے غرض یہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں حدیث لکھی گئی ہے یا نہیں۔ حدیث لکھنے کے متعلق نبی ﷺ سے اجازت یا ممانعت کی کوئی ثبوت ثبات ہے یا نہیں۔ اسکے متعلق کتب احادیث سے کچھ ثبوت پیش کئے جائینگے اور منکرین حدیث کے استدلالات اور اشکالات کے جوابات بھی دیئے جائینگے۔

منکرین حدیث کا اشکال

پرویزی فرقہ: جسکے کفر پر علما کا متفقہ فتویٰ ہے، بڑے زور و شور سے ایک حدیث کو اپنے دعویٰ کیلئے بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ حدیث ابو سعید خدریؓ کی ہے، جسکی تخریج امام مسلمؒ نے کی ہے، جسکے الفاظ یہ ہیں:

﴿عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا

تکتبوا عَنی ومن کتب عَنی غیر القرآن فلیمحه ﴿﴾

پرویزی کہتے ہیں کہ اگر حدیث قابل عمل معتبر واجب الاتباع ہوتا تو نبی کریم ﷺ کتابت سے منع نہ فرماتے۔

جواب

اس سوال کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے چند کے ذکر کو کافی شافی سمجھتے ہیں۔ تاکہ بحث طویل نہ ہو۔

(۱)۔ یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ قرآن اور غیر قرآن کو ملا کر لکھیں۔ اس طرح اختلاط ہو۔ فرق کرنا مشکل ہو، قرآن کا غیر قرآن سے۔

(۲) عداً اختلاط نہ کریں مگر التباس کا شبہ پیدا ہو۔ شبہ سے اجتناب کرنے کیلئے لکھنے سے منع کیا گیا۔ تاکہ قرآن کیساتھ غیر کا شبہ بھی نہ رہے۔

(۳) عہد رسالت ﷺ میں کاتبوں کی تعداد کی کمی تھی۔ قرآن اور حدیث دونوں کو لکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے منع کیا گیا۔ تاکہ امت حرج میں مبتلا نہ ہوں۔ جب کاتبوں کی تعداد زیادہ ہوگی خود بخود لکھنے کا اہتمام کریں گے۔

(۴) قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں حجت ہیں۔ دونوں سے احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ بخلاف حدیث کے کہ اس کا صرف معنی حجت ہے۔ حدیث کے الفاظ حجت نہیں ہیں۔ اگر حدیث بھی قرآن کی طرح لکھنے کی وجہ سے قطعی بنتی تو اجتہاد کا دروازہ بند ہو جاتا۔ واجب، سنت، استحباب وغیرہ کے مراتب ثابت نہ ہوتے۔ امت حرج میں مبتلا ہو جاتی۔

(۵) نہی مقدم منسوخ ہے۔ اذن مؤخر ناسخ ہے۔ یہ ممانعت عارضی تھی،

دائمی نہیں۔ اس لئے منسوخ ہوگئی۔

(۶)۔ کتابت حدیث سے اس لئے منع کیا گیا تاکہ لوگ صرف کتابت پر توکل نہ کریں بلکہ حفظ کی طرف توجہ دیں۔

حاصل کلام

اگرچہ کلی طور پر عہد رسالت ﷺ و عہد صحابہ رضی کتابت حدیث نہیں تھی۔ مگر جزوی طور پر کتابت کا ثبوت موجود ہے۔ نبی ﷺ کی اجازت اور آپ کے امر سے صحابہؓ نے حدیثیں لکھی ہیں۔ ثابت کرنے کیلئے مستند کتب احادیث سے چند ماخذ پیش کیجائیں گی۔

ماخذ نمبر ۱: ﴿مارواه احمد فی مسنده عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ قال قلت یا رسول اللہ ﷺ انا نسمع منک احادیث لا نحفظها۔ افلا نکتبها؟ قال بلیٰ فاکتبوها۔ (وفی روایۃ لہ) قلت یا رسول اللہ انی اسمع منک اشیاء افاکتبها؟ قال نعم۔ قلت فی الغضب والرضاء؟ قال نعم فانی لا اقول فیہا الا حقاً۔ (وفی روایۃ اخری لہ) ولا بی داؤد والدارمی، کنت اکتب کل شیء۔

سمعتہ من رسول اللہ ﷺ فنہتنی قریش (الحديث) وفيه اکتب فوالذی نفسى بیده ما یخرج منه الا الحق۔ ﴿ (مقدمۃ تحفة الاحوذی ص ۱۸)۔

ماخذ نمبر ۲: ﴿مارواه البخاری ومسلم وغیرہما۔ عن ابی ہریرۃؓ ان خزاعۃ قتلوا رجلاً من بنی لیث عام فتح مکۃ بقتیل منهم قتلوه۔ فأخبر بذلك النبی ﷺ فركب راحلته فخطب فقال ان اللہ

حبس عن مكة القتل او الفيل. (الحديث). وفي آخره فجاء رجل من اهل اليمن فقال اكتب لى يا رسول الله. فقال اكتبوا لابی فلان. الخ. قال الحافظ (يعنى ابن حجر) قوله فجاء رجل من اهل اليمن. هو ابو شاه. ﴿

ابوشاہ یمنی کے مطالبہ پر آپ ﷺ نے اپنے خطبہ کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ ایسے واضح ثبوت سے انکار جہالت فاضحہ ہے۔

مأخذ نمبر ۳: ﴿مارواه البخاری عن وهب بن منبه عن اخيه قال سمعت ابا هريرة يقول ما من اصحاب النبي ﷺ احدا اكثر حديثاً عنه منى الا ما كان من عبد الله بن عمرو فانه كان يكتب ولا يكتب﴾ اس حدیث پر اشکال وارد ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خارج میں ابو ہریرہؓ کے روایات زیادہ پائے جاتے ہیں، ۵۳۷۴۔ جبکہ عبد اللہ بن عمروؓ کی احادیث کی تعداد خارج میں زیادہ سے زیادہ ۷۰۰ ملتے ہیں۔ حق یہ تھا کہ کتب احادیث میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے مرویات زیادہ ہوتے، نہ ابو ہریرہؓ کی۔

اس اشکال کے جواب

(نمبر ۱): استثناء منقطع ہے، مابعد کا ماقبل سے تعلق نہیں۔ ابو ہریرہؓ نے دو باتیں کی ہیں۔

(۱) تمام صحابہؓ سے میری روایات زیادہ ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عبد اللہؓ لکھتے تھے میں نہیں لکھتا تھا۔ یہ انکاری جواب تھا۔

تسلیمی جواب: استثناء متصل ہے۔ استثناء متصل ماننے کی صورت میں چند جوابات ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہؓ عبادت کا زیادہ شوق رکھتے تھے۔ انکا زیادہ تر وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ تعلیم و تعلم کا موقع انکو کم ملتا تھا۔ علم پڑھانے سے پھیل جاتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب: حضرت عبداللہ بن عمروؓ فاتح تھے۔ فتوحات کے بعد زیادہ تر مصراور طائف میں قیام فرماتے تھے۔ بخلاف ابو ہریرہؓ کہ وہ مرکز علم، مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۸۰۰ تابعینؓ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ اس لئے آپ کی روایات زیادہ ہیں۔

(۳) ابو ہریرہؓ کو اچھے شاگرد مل گئے۔ استاد کے علم کی اشاعت تلامذہ کرتے ہیں۔ اس لئے ابو ہریرہؓ کی مرویات خارج کتب احادیث میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

(۴) ابو ہریرہؓ ہمہ وقت نبی ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے۔ سواء تعلیم و تعلم کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ حضور سفر میں حدیث سیکھتے تھے۔

(۵) نبی ﷺ نے ابو ہریرہؓ کیلئے نیک دعائیں کی تھیں۔ تاکہ ابو ہریرہؓ سے نسیان نہ ہو۔ نسیان سے حفاظت کی وجہ سے ابو ہریرہؓ کی روایات سب صحابہؓ سے زیادہ ہو گئیں۔

ماخذ نمبر ۴: ﴿روى الحاكم في المستدرک عن حسن بن عمرو قال حدثت عن ابی هريرةٌ بحديثٍ فانكره. فقلتُ انی سمعته منك. قال ان كنت سمعته فانه مكتوبٌ عندی فاخذ بیدی الی بیتہ. فارانی کتاباً من کتبه من حدیث رسول الله ﷺ فوجد ذلك الحدیث فقال قد

اس روایت سے ابو ہریرہؓ کی کتابت حدیث ثابت ہوتی ہے۔ ابو ہریرہؓ حدیث لکھتے تھے۔

اشكال

اس حدیث کا بخاری کی حدیث سے تعارض ہے۔ بخاری کی حدیث میں لا اکتب تھا۔ اس حدیث میں مکتوب عندی ہے۔ وہاں کتابت کی نفی فرمایا تھا یہاں کتابت کا اثبات کر رہے ہیں۔

جواب

حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ یہ مکتوب ابو ہریرہؓ کے خط سے نہیں تھی، دوسرے کے خط سے تحریر کی گئی تھی۔ یعنی دوسرے سے لکھوایا تھا۔ چونکہ آپؐ امر تھے، اس لئے آپ کی طرف نسبت کی گئی۔

دوسرا جواب

تقاضی کے آٹھ شرط ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک وحدت زمانہ ہے۔ یہاں زمانہ ایک نہیں۔ عہد رسالت ﷺ میں ابو ہریرہؓ نہیں لکھتے تھے۔ عہد نبوی ﷺ کے بعد لکھتے تھے۔ لہذا دونوں روایتیں صحیح ہیں۔



در تناقض هشت وحدت شرط دان وحدت موضوع و محمول و مکان

وحدت شرط و اضافت جزء و کل قوت فعل ست در آخر زمان

مأخذ نمبر ۵: ﴿روى البخارى والترمذى والنسائى وابن

ماجه عن ابى جحيفة ، قال قلتُ لعلیؑ هل عندكم كتابٌ قال لا الاّ

کتاب اللہ او فہم اعطیہ رجل مسلم او ما فی ہذہ الصحیفۃ، قال قلت وما فی ہذہ الصحیفۃ قال العقل و فکاک الاسیر، ولا یقتل مسلم بکافر۔ ﴿

ماخذ نمبر ۶: ﴿روى النسائی والدارمی عن ابی بکر بن حزم، ان رسول اللہ ﷺ کتب اهل اليمن﴾۔

ماخذ نمبر ۷: ﴿روى احمد عن عبد الله بن عمرؓ قال کان رسول اللہ ﷺ قد کتب الصدقة﴾۔

ماخذ نمبر ۸: ﴿روى البخاری عن انسؓ ان ابابکرؓ کتب له هذالكتاب لما وجهه الى البحرين، بسم الله الرحمن الرحيم، هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله ﷺ على المسلمين﴾۔

ماخذ نمبر ۹: ﴿روى الدارمی عن عبد الله بن عمروؓ قال بينما نحن حول رسول الله ﷺ فكتب﴾۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے تھے، دنیا میں سب چیزوں سے زیادہ دو چیزیں مجھے محبوب تھیں۔ ۱۔ الصادقہ: اس میں حدیثیں مکتوب تھیں۔ کتب سیر اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں عن عمرو بن شعیب عن ابی عن جدہ وغیرہ روایتیں اسی الصادقہ سے ماخوذ ہیں۔

(۲)۔ وہ زمین جسکو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے وقف کیا تھا۔ ان روایات کے علاوہ حضور ﷺ کے وہ خطوط جو بادشاہوں کے نام لکھی ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے پاس بھی آپ ﷺ کی لکھی ہوئی احادیث اور مسائل موجود تھے۔ جیسا کہ وائل ابن حجرؒ، ضحاک بن سفیانؒ، معاذ بن جبلؒ۔

حاصل کلام

اگرچہ حضور ﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ میں عام طور پر کتابت حدیث نہیں تھی۔ جزوی طور پر ضرور کتابت تھی۔ صحابہؓ کے دور میں عام عدم کتابت کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے وفات کے بعد صحابہ کرامؓ امر خلافت اور دیگر ضروری مسائل جیسے قرآن کریم کا جمع کرنا اور امور مملکت کو منظم کرنے میں مصروف تھے۔ عدم فرصت کی وجہ سے حدیث کی کتابت تفصیلی انداز میں نہیں کر سکے۔ علامی سیوطیؒ نے کتاب الاتقان میں لکھا ہے: عہد صحابہؓ میں قرآن کریم دو مرتبہ جمع کیا گیا۔

(۱) فاروق اعظمؓ کے مشورہ سے خلیفہ اول صدیق اکبرؓ نے قرآن مجید کو جمع کیا۔ اس جمع کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم مختلف ٹکڑوں میں لکھا ہوا تھا، ہڈیوں، روں، پتوں اور کاغذوں پر متفرق لکھا ہوا تھا۔ سب کو ایک جگہ جمع کر کے لکھا گیا۔

(۲) دوسرا جمع کا مطلب جو مختلف لہجوں اور مختلف لغتوں میں پڑھا جاتا تھا۔ خلیفہ ثالثؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک لغت پر جمع فرمایا۔ کیونکہ اسی لغت پر کتاب اتاری گئی تھی۔ عثمان غنیؓ نے امت کو اختلاف کتاب سے بچایا۔ ۷ نسخے لکھوا کر، ایک دار الخلافہ میں رکھا۔ ۶ نسخے دوسرے اطراف میں ارسال فرمایا۔ ان میں سے ایک نسخہ ترکی کے کتب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔ موجود جتنے نسخے دنیا میں پائے جاتے ہیں یہ سب ان نسخوں سے منقول ہیں۔

جس طرح قرآن جمع کیا گیا اسی طرح احادیث جمع نہیں کئے گئے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ صحابہؓ کے نزدیک احادیث حجت تھے۔ صحابہ کرامؓ اپنے تنازعات کیلئے حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ جب کسی کے سامنے حدیث آتی

تو وہ اپنا استدلال ترک کرتے۔ جب بنو امیہ کا دور ختم ہوا، خلافت کی ذمہ داری عمر بن عبدالعزیزؒ کے کندھوں پر ڈالا گیا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ پانچواں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں آپ کو عمر ثانی بھی کہتے ہیں۔ سنہ ۹۹ھ صفر کے مہینے میں آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۰۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ کل عمر ۴۰ سال اور کچھ مہینے ہیں۔ سبب موت زہر ہے۔ بنو امیہ نے خطرہ محسوس کیا، انکی خلافت طول پکڑے گی سازش کر کے زہر پلایا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالتے ہی تدوین حدیث کتابت حدیث کا اہتمام فرمایا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ صحابہؓ کے بعد لوگوں میں وہ ذوق اور وہ قوت حافظہ و دلچسپی نہیں رہا۔ حدیث کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے حدیث کی کتابت کا اہتمام شروع کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خارجی، روافضی وغیرہ کے فتنے بھی شروع ہو چکے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس زمانے کے مشہور علماء کرام کو متوجہ کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ابوبکر بن حزمؒ کو خط لکھا۔ ابوبکر خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے والی گورنر تھے۔ اور علم حدیث کے بڑے عالم تھے۔

﴿انظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ فاكتبه. فاني خفت دروس العلم وذهاب العلماء. ابوبکر بن حزمؒ کے بارے میں امام مالکؒ فرماتے ہیں: لم يكن أحدًا بالمدينة عنده من علم القضاء ما كان عند أبي بكر بن حزم﴾۔ اور ابوبکر بن حزمؒ کو یہ امر بھی تھا کہ مدینہ منورہ میں دوسرے بڑے علماء محدثین کو جمع کر کے ان سے بھی تعاون حاصل کریں۔

دوسرا خط: عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن شہاب زہریؒ کو لکھا یہ بھی بڑے عالم تھے۔ صحابہؓ اور کبار تابعین کے علوم انکے پاس موجود تھے۔ زہری کے متعلق عمرو

بن دینار فرماتے ہیں۔ ﴿ما رأيتُ احداً انص في الحديث. من ابن الشهاب الزهري، وما رأيت احداً، الدينار والدرهم اهون عنده منه، ان كانت الدراهم والدنانير عنده بمنزلة البعر.﴾ (کرمانی)۔ قال البخاری فی التاريخ انه اخذ القرآن في ثمانين ليلة. ﴿(کرمانی)۔ تحفة الاحوذی میں لکھا ہے: اول من دَوَّن الحديث بامر عمر بن عبد العزيز. امام زہری کے بارے میں ائمۃ الرجال فرماتے ہیں: احدا ائمة الاعلام، وعالم الحجاز والشام۔

کبار تابعین

امام زہریؒ کبار تابعین میں سے ہیں۔ (کبار تابعین وہ ہیں جنکے صحابہؓ استاد ہوں بلا واسطہ صحابہ کرامؓ سے استفادہ کیا ہو)۔

صغار تابعین

صغار تابعین وہ ہے جنہوں نے صحابہؓ کو صرف دیکھا ہو، استفادہ نہ کیا ہو۔

اوساط تابعین

وہ ہیں جنہوں نے صحابہؓ اور تابعین کو دیکھا ہے، اور کبار تابعین سے استفادہ بھی کیا ہو۔

حدیث کا پہلا مدون

پہلا مدون امام زہریؒ ہیں۔ امام زہریؒ کے تدوین حدیث کے بعد سارے عالم اسلام میں تدوین حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ ہر ہر شہر میں علماء نے تدوین شروع کیا۔ چنانچہ ابن جریجؒ نے مکہ میں۔ امام مالکؒ نے مدینہ منورہ میں۔ حماد بن سلمہؒ نے بصرہ میں۔ سفیان ثوریؒ نے کوفہ میں۔ امام اوزاعیؒ نے شام میں۔ ہشیمؒ نے واسطہ میں۔ عبد اللہ بن مبارکؒ نے خراسان میں۔ معمرؒ نے یمن میں۔

امام زہریؒ تابعین کے طبقہ اولیٰ کے محدثین میں سے ہیں۔ جنہوں نے احادیث کو قلمبند کیا۔ مذکورہ بالا محدثین بھی اسی دوسری صدی ہجری کے مدونین میں سے ہیں۔ دوسری صدی کی چند مستند کتابیں یہ ہیں:

(۱)۔ موطأ امام مالک بن انسؒ۔ متوفی سنہ ۱۷۹ھ۔

(۲)۔ مصنف اللیث بن سعدؒ۔ متوفی سنہ ۱۷۵ھ۔

(۳)۔ مصنف سفیان بن عیینہؒ۔ متوفی سنہ ۱۹۸ھ۔

(۴)۔ مسند امام الشافعیؒ۔ متوفی سنہ ۲۰۴ھ۔

تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ وغیرہ۔ مستند کتب کی تدوین وجود میں آئی۔ اور آج تک انہی علوم نبوت کے انوار سے امت مسلمہ مستفید ہو رہی ہے۔ صحاح ستہ میں سے بخاری کو اللہ تعالیٰ نے ممتاز مقام مقبولیت بخشا ہے۔

ترجمة المصنفؒ

الامام المقدم المفخم امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الاسلام مرجع الانام الحافظ الحجة الجعفی البخاریؒ ونفعنا بعلمومه.

نام: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرة بن بردزبہ، باء کا زیر، راء کا سکون، وال کا زیر، زاکا سکون،
کنیت: ابو عبد اللہ۔

یہ لفظ فارسی کا ہے۔ اس کا معنی کاشتکار کے ہے۔ جسکو عربی میں زراع کہتے ہیں۔ بردزبہ مجوسی تھا۔ اور اسی دین مجوسیت پر وفات پائی۔ مغیرہ یمان جعفی جو بخاری کا والی (گورنر) تھا۔ اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس لیے امام بخاری کو

بعضی کہتے ہیں۔ اس نسبت کو دلاء اسلام کہا جاتا ہے۔ ایک قول میں مغیرہ بن بردزبہ۔ ایک میں مغیرہ بن الاحنف ابن الاحنف کا ذکر امام بخاری کے مؤلفات میں آیا ہے، ابراہیم بن مغیرہ امام بخاری کا دادا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: کہیں بھی ابراہیم کے حالات نہیں مل سکے۔ حافظ کی اتباع کرتے ہوئے قسطلانی نے کہا۔ ابراہیم کے حالات نہیں ملتے۔ صاحب نیل الامانی نے ابراہیم کے حالات کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں، کتب رجال میں ابراہیم کے سوانح نہیں پائے جاتے۔ اسماعیل والد امام بخاری کے متعلق علامہ قسطلانی مقدمہ میں، علامہ ذہبی تاریخ اسلام میں فرماتے ہیں "اسماعیل متورع علما میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں: حماد بن زید اور امام مالک سے روایت کی ہے، جب موت کا وقت قریب آیا وصیت کی کہ میرے جمع مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں۔

اسماعیل کے نزاع کے وقت اس زمانے کے مشہور محدث احمد بن حنبل آپ کے پاس موجود تھے۔ اسماعیل کی یہ وصیت سن کر فرمایا:

فصاغرت 'الی' نفسی مجھے میرا نفس اسکے تقویٰ کے سامنے ذلیل معلوم ہونے لگا۔ اسی مال حلال سے امام صاحب کی پرورش ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: اسماعیل کے وفات کے وقت امام بخاری صغیر تھے۔ آپکی والدہ نے آپکی پرورش کی۔ اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کیا۔ یہی صحیح قول ہے۔ کرمانی کہتے ہیں: اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ تذکرۃ الحفاظ

میں ہے کہ والدہ اور بہن کے ساتھ حج کیا۔ یہ دونوں قول کاتب کی غلطی سے لکھے گئے۔ جنگلی کوئی صداقت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش

اور تاریخ وفات اور عمر

تاریخ پیدائش پر علماء کا اتفاق ہے۔ ۱۳ شوال بعد از نماز جمعہ، سنہ ۱۹۴ھ میں اپنے آبائی شہر بخاری میں پیدا ہوئے۔ جبل الحدیث حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ مستیز بن عتیق کہتا ہے: امام بخاریؒ نے اپنے والد کے ہاتھ کی تحریر سے اسی تاریخ پیدائش کو مجھے پیش کیا۔ اگرچہ دوسرے شاذ اقوال بہت سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں رات کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں دن کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں ۱۲ شوال، بعض ۱۳ شوال کے قائل ہیں۔

جسمانی کیفیت

نحیف الجسم، یعنی لاغر جسم، درمیان قد و قامت کے تھے، خوراک بہت کم کھاتے تھے۔

تاریخ وفات

ہفتہ اور عید الفطر کی رات بوقت نماز عشاء، سنہ ۲۵۶ھ دار الفنا سے دار البقاء کی طرف رخصت ہو گئے۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر مقام خرتک میں دفن کئے گئے۔ امام صاحب کی کل عمر ۱۳ دن ۶۲ سال ہے۔ امام صاحب کا زینہ

اولاد نہیں تھا۔ غنجا رتارنج بخاری میں لاکائی شرح السنۃ میں فرماتے ہیں: صغریٰ میں
 آپکی بینائی چلی گئی تھی۔ والدہ بینائی کیلئے رات دن دعا کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے
 آپکی دعا قبول فرمائی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے حدیث کی تصحیح کا کام لینا تھا۔ آپکو
 روشنی بخشی۔ والدہ نے خواب میں ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا فرمانے لگے ﴿یا ہذہ﴾
 قد ردّ اللہ علیٰ ابنک بصرة بکثرة دعائك، قال فاصبح وقد ردّ اللہ
 علیہ بصرة۔ ﴿﴾ ایک شاعر نے امام صاحبؒ کی ولادت اور وفات اور مدت عمر کو
 ایک شعر میں جمع کر کے بیان کیا ہے۔



شعر

كان البخاری حافظاً ومحدثاً
 جمع الصحيح مکمل التحریری
 میلادہ صدق وملة عمره
 ۱۹۴
 فیہا حمید وانقضى فی نور
 ۲۵۶ ۲۶



آغاز تدریس

ابو جعفر محمد بن ابی حاتم و راق فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحبؒ سے
 انکی بچپن کے حالات زندگی کے بارے میں سوال کیا: (کیف کان بدء
 امرک؟) بخاریؒ نے جواب میں فرمایا: دس سال یا اس کچے کی عمر میں دل میں

حدیث یاد کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔

امام بخاریؒ کی ذہانت

گیارہ سال کی عمر میں اپنے استاد مشہور محدث داخلی کے پاس ایک دن حاضر ہوئے۔ اور حدیث کا درس لینا شروع کیا۔ محدث داخلی نے حدیث پڑھی: عن ابی الزبیر عن ابراہیم تلمیذ فطین نے صغریٰ کے باوجود استاد کو روک دیا۔ اور عرض کیا کہ ابوالزبیر کا ابراہیم سے سماع ثابت نہیں۔ محدث داخلی نے پھر سند کا اعادہ کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: زبیر بن عدی نے ابراہیم سے روایت نقل کی ہے نہ ابی الزبیر امام داخلی ناراض ہو کر تلمیذ کو ڈانٹا۔ امام بخاریؒ نے نہایت ادب کیساتھ عرض کیا اگر آپ کے پاس بیاض موجود ہے اسکو دیکھ لیجئے۔ جب استاد نے اپنے یادداشت کو دیکھا۔ تو امام بخاریؒ کی بات ثابت ہو گئی۔ محدث داخلی تلمیذ رشید کے حافظ کا قائل ہو گئے۔

فتح الباری ۱۶ ویں سال کی عمر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے واقعات اور کتبؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ کے تمام روایات کو حفظ کیا۔ ۱۸ ویں سال میں کتاب قضاء الصحابہؒ والتابعین لکھی۔ اور تاریخ کبیر روضہ اقدس کے قرب میں چاند کی روشنی میں تحریر فرمایا جو آپکا زندہ کرامت ہے۔

طلب حدیث کا ذوق

جب امام صاحبؒ کو شیوخ حدیث کا درک لگتا وہاں پہنچ جاتے۔ کرمانی میں لکھا ہے ۱۰۸۰ شیوخ سے حدیث حاصل کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ سے استفادہ کرنے والے تلامذہ کی تعداد ۹۰۰۰۰ مشہور ہے۔ فتح الباری۔ کرمانی نے ایک لاکھ

سے زائد اپنی کتاب میں تعداد تحریر کی ہے۔

طلب حدیث کیلئے سفر

بلاد بخاری اور نواحی بخاری میں وقت کے سادات شیوخ سے اپنے علاقہ کے معروف محدثین سے استفادہ کیا۔ اور استفادہ کیلئے دور دراز مختلف علاقوں کا سفر کیا۔

امام بخاری کا پہلا سفر

فتح الباری میں لکھا ہے۔ امام بخاریؒ کا پہلا سفر اتم القری، اتم البلاد، وسط الارض مکتہ المکرمہ کی طرف پیش آیا۔ یہ سفر سنہ ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور اپنے بڑے بھائی احمد کے ہمراہ کیا۔ اور حدیث حاصل کرنے کی غرض سے ۶ سال حجاز میں قیام فرمایا آپکے کی شیوخ میں مشہور حمیدی ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری کی ابتداء حمیدی کی روایت سے کی اور آپکے آخری استاد احمد بن اشکاب ہے۔

یہ مصری ہے اسی وجہ سے کتاب کا اختتام آخری استاد کی روایت سے کی مدنی اساتذہ میں سے قسطلانیؒ نے عبدالعزیز اولیٰ کو ذکر کیا ہے۔ مکتہ المکرمہ سے رجوع کرنے کے بعد مختلف علاقوں کا سفر فرمایا۔ شام، مرو، ہرات، بغداد، کوفہ، مصر، بعدہ نیشاپور، بلخ، بلخ میں مکی بن ابراہیم سے روایت حاصل کی۔ یہ امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام بخاریؒ ایک واسطہ سے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ لامع الدراری نے اسکی تصریح کی ہے۔



سعادة الشرب فی قدح النبی ﷺ

جمع الوسائل شرح شمائل میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پانی پینے والا پیالہ میں بصرہ میں امام بخاریؒ پانی پینے کی سعادة حاصل کی۔

کمال حافظہ

قسطلانیؒ نے حاشد بن اسماعیل سے روایت نقل کی ہے کہ امام بخاریؒ ہمارے ساتھ سماع حدیث کیلئے شیوخ کے درس میں بیٹھتے تھے۔ اور لکھتے نہیں تھے۔ چند دن گزرنے کے بعد ساتھیوں نے ملامت کرنا شروع کیا۔ کہ وقت ضائع کر رہا ہے امام صاحب نے فرمایا: آپ لوگوں نے ملامت کرنے میں قصر نہیں چھوڑے۔ لہذا تم لوگ اپنی لکھے ہوئے مسودات کو حاضر کرو۔ ان لوگوں کے مکتوبات پر پندرہ ہزار مزید حدیثیں زبانی سنائیں۔ اسکے بعد ساتھیوں نے اپنی مکتوبات کو امام بخاریؒ کی زبانی روایات سے تصحیح کیا۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نبخشند خدا ی بخشند ہ
قسطلانیؒ میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ایک لاکھ صحیح احادیث میں نے یاد کی ہیں۔ اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد کی ہیں۔ لیکن صحیح بخاری میں تمام احادیث صحیح ہیں۔ ایک بھی غیر صحیح حدیث نہیں۔

دوسرا سفر بصرہ کا

امام بخاریؒ کے سیمین رخسار پر داڑھی کے بال نمودار نہیں ہوئے تھے کہ بصرہ کا سفر پیش آیا۔ چونکہ آپ کی شہرت پہلے سے ہو چکی تھی۔ لوگوں نے پر زور

استقبال کیا۔ اور حدیث سنانے کی درخواست کی۔ بہت منت سماجت کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اہل بصرہ اگرچہ میں نو جوان ہوں، اور تم میں بڑے بڑے شیوخ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر آج میں وہ احادیث سناؤں گا جو اہل بصرہ نے نہیں سنی ہیں، باوجودیکہ انکے راوی اہل بصرہ ہی ہیں۔

تیسرا سفر بغداد کا

جب امام صاحب بغداد کا سفر فرما رہے تھے، اہل بغداد کو امام صاحب کے آمد کی اطلاع ملی، بموجب مقولہ مشہورہ کے علماء کے دشمن بہت ہوتے ہیں۔ چونکہ اہل علم میں حسد زیادہ پایا جاتا ہے۔ بغداد کے علماء نے امام بخاری کے امتحان لینے کا منصوبہ بنایا۔ دس علماء کا ذمہ لگایا ہر ایک عالم کو دس حدیثیں متن اور سند تبدیل کر کے پیش کرنے کا ذمہ لگایا۔ مجموعاً ۱۰۰ حدیثیں ہو گئیں۔ جب مجلس منعقد ہوا امام صاحب سے منصوبہ کے مطابق ہر ایک عالم سند و متن تبدیل کر کے پیش کرنے لگا۔ امام بخاریؒ ہر حدیث پر لا اعرض فرماتے گئے۔ عوام الناس بے علم لوگوں نے آپ کو علم سمجھا۔ لیکن علماء سمجھ گئے کہ امام صاحب اس تبدیلی کو سمجھ گئے۔ جب ان حضرات نے سنانا پورا کیا۔ امام صاحب بالترتیب ہر حدیث کا صحیح سند متن کے ساتھ ملا کر سنایا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: سند متن ملا نہ کمال نہیں تھا بالترتیب ملا کر سنانا بیان کرنا یہ کمال تھا مآخذ قسطلانی ہے۔

چوتھا سفر نیشاپور کا

امام بخاریؒ کا آمد سنہ ۲۵۰ھ میں پیش آیا۔ فتح الباری۔ قسطلانی میں لکھا ہے کہ جب امام بخاریؒ نیشاپور تشریف لا رہے تھے، انکا استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی اپنے حلقہ درس میں تلامذہ سے فرمایا: من اراد ان يستقبل محمداً بن اسماعيل غداً

فلیستقبلہ، فانی استقبلہ، فاستقبلہ الذہلی وعامة علماء نیسابور۔

ذہلی نے فرمایا امام بخاریؒ سے کلام اللہ کے متعلق کوئی بھی سوال نہ کرے۔ کیونکہ اگر ہمارے نظریہ کے خلاف جواب دیگا تو ہمارے اور انکے درمیان اختلاف پیدا ہوگا۔ اس اختلاف سے باطل کو فائدہ پہنچے گا۔ جیسے رافضی، جہمیہ، مرجہ وغیرہ۔ امام صاحب کے استقبال میں اتنا ازدحام ہوا کہ گلی کوچے، مکانوں کی چھتیں لوگوں سے بھر گئے۔ حاسدین نے اختلاف ڈالنے کیلئے امام صاحب سے سوال کرنے لگے۔ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ تین مرتبہ امام صاحب نے جواب دینے سے روگردانی کی۔ جواب نہیں دیا۔ بار بار اصرار کرنے کے بعد جواب میں فرمایا: ﴿افعالنا مخلوقة، والفاظنا من افعالنا﴾

حاسدین نے مشہور کیا کہ امام بخاریؒ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا:

﴿کل من نقل عنی، انی قلت لفظی بالقرآن مخلوق فقد کذب علیّ وانما قلت افعال العباد مخلوقة، فقال البخاری القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ وافعال العباد مخلوقة، والامتحان بدعة﴾۔

حاسدین نے غلط پروپیگنڈہ کر کے ذہلی کو امام صاحب کے خلاف کیا۔ ذہلی نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ امام بخاریؒ کے پاس آمد و رفت ترک کرو۔ ذہلی کے تلامذہ نے امام بخاریؒ کو چھوڑ دیا۔ لیکن امام مسلم نے ذہلی کو چھوڑا۔ اور ذہلی کے مسودات کو بھی مسترد کیا۔ اور ذہلی کی روایات کو اپنی کتاب مسلم میں ذکر نہیں کیا امام بخاریؒ کو نہیں چھوڑا۔

حیرت کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے ذہلی کی روایات کو اپنے کتاب صحیح

میں نقل کیا ہے۔ جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ اگر روایات کو ذکر نہیں کروں گا کتمان علم ہوگا۔ گناہ ہے، بہت وعید وارد ہے۔ روایت نقل کرتے وقت نام ظاہر نہیں کرتے مبہم چھوڑتے ہیں یا دادا کی طرف نسبت کر کے ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے جرح کرنے والے کی تعدیل نہ ہو۔

سوال یا اشکال

جب امام بخاریؒ کی امام مسلمؒ کے قلب میں اتنی قدر تھی۔ مقدمہ مسلم میں آپ پر طعن کیوں کیا۔ آپ کو بعض منتحلی الحدیث کیوں کہا؟

جواب

عظمت کا قائل ہونا اور چیز ہے، رائے کا اختلاف اور چیز ہے۔ قول کے تضعیف سے قائل کی تضعیف لازم نہیں آتی۔ امام مسلم کے دل میں امام بخاریؒ کی بے حد قدر تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تقبیل بین عینیہ ورجلین ذکر کیا ہے۔ امام بخاریؒ کی پیشانی پر بوسہ دیکر عرض کرتے ہیں:

﴿دعنی اقبل رجلیک یا استاذ الاساتذین، ویاسید المحدثین ویاطیب الحدیث فی عللہ﴾۔

قسطانی میں لکھا ہے کہ جب امام مسلمؒ اور احمد بن سلمہؒ نے ذہلی کو چھوڑا امام بخاریؒ کے متبع ہو گئے، تو ذہلی نے کہا: ﴿لا یساکننی محمد بن اسماعیل فی البلد فحشی البخاری علی نفسه وسافر منها﴾۔

امام بخاریؒ نے محسوس کیا کہ استاد میرے اس شہر میں رہنے سے ناراض ہے۔

امام صاحب نیشاپور چھوڑ کر چلے گئے، تاکہ استاد کو تکلیف نہ ہو۔ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے شیخ کو تکلیف دینے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ استاد کی ناراضگی محرومی کا سبب بنتا ہے۔

پانچواں سفر رجوع الی البخاری،

اپنے اصلی وطن کی طرف آمد کا بیان

جب امام بخاریؒ نے بخاری کا قصد فرمایا تو اہل بخاری نے بہت اہتمام کے ساتھ استقبال کیلئے انتظامات کئے۔ ۳ میل تک کاغذی قے بنائے، اور آپ پر پھولوں طرح دینار اور دراہم نچھاور کئے، جس طرح کہ خوشیوں میں پھول گلاب وغیرہ کے پتے ڈالے جاتے ہیں۔ اس وقت بخاری کا گورنر خالد بن محمد ذہلی تھا۔ امام صاحب کا یہ اعزاز دیکھ کر بے قابو ہو گیا۔ اور ایذا رسانی کے حیلے تراشنے لگا۔ امام صاحب نے کچھ عرصہ حدیث کی تدریس دیتے رہے۔ امیر خالد بن محمد نے قاصد بھیجا کہ میرے بچوں کو قصر شاہی میں حدیث پڑھائیں۔ امام بخاری نے جواب میں فرمایا: ﴿اَنَا لَا اَذَلَّ الْعِلْمَ وَلَا اَحْمَلُهُ اِلَى ابْوَابِ السَّلَاطِينِ،

فَاِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ اِلَى شَيْءٍ مِنْهُ فَلْيَحْضُرْ اِلَى مَسْجِدِي﴾۔

خالد نے کہا کہ میرے لڑکوں کے ساتھ دوسرا کوئی لڑکا شریک درس نہ ہو۔

امام صاحب نے یہ بھی منظور نہیں کیا، کہ میں اس فیض عام کو ایک طبقہ کیلئے مخصوص نہیں کر سکتا۔ اس میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ ہم جیسے عزت و جاہ و مال کے لالچی ہوتے قصر شاہی میں پہنچ جاتے اور فخر تصور کرتے۔ گورنر جب مایوس ہوئے تو اس نے ایذا رسانی کے دروازے کھول دئے۔ امام صاحب مصائب سے تنگ

آکر سرقند کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔

قسطانی میں لکھا ہے: ﴿فامرہ الامیر بالخروج عن البلد، فدعا علیہ
وكان مجاب الدعوة﴾ یہ بددعا کے کلمات فتح الباری سے نقل کئے گئے ہیں۔

﴿فقال اللهم ارهم ما قصدوني به في انفسهم واولادهم واهاليهم﴾
اس بددعا کے بعد ایک مہینہ نہ گزرا کہ خالد پر اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم مسلط کیا،
جس سے خالد کی کھال کھینچوا کر بھس بھر دی گئی۔ ذلت کے موت سے ہلاک ہو گیا۔

شعر

بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

امام صاحبؒ بخاریؒ سے نکل چکے تھے، راستہ میں معلوم ہوا کہ اہل سمرقند
میرے آمد میں اختلاف کر رہے ہیں۔ مقام خرننگ میں امام صاحبؒ کے اقرباء و عزیز
رہتے تھے، انکے ہاں قیام فرمایا۔ فتح الباری میں لکھا ہے: اہل سمرقند کی اختلاف کی وجہ
سے تنگ دل ہو کر دعا کی۔ صلوٰۃ اللیل تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر دعا کی:

﴿اللّٰهُمَّ ضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحِبَتْ فَاقْبَضْنِي إِلَيْكَ﴾

یہاں اشکال وارد ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے حضرات نے
اعتراض کیا ہے کہ موت کی تمنا جائز نہیں۔ امام صاحبؒ نے کیوں تمنا کی؟

جواب

حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ دنیوی مصائب کی وجہ سے تمنائے موت

ناجائز ہے۔ اخروی مصائب سے تمنائے موت جائز ہے۔ امام بخاریؒ مجاب الدعوات تھے۔ آپکی یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ اس دعا کے بعد اہل سمرقند آپکی آمد پر متفق ہو گئے۔ اور امام صاحب کو آمد کا پیغام ارسال کیا، بواسطہ قاصد۔ امام صاحب سمرقند کی طرف تیار ہو کر روانہ ہو رہے تھے۔ کچھ ضعف محسوس کیا، لیٹ گئے، روح پرواز ہو کر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔ وفات کے بعد آپ کے جسم مبارک سے پسینہ جاری رہا۔ تمام بدن تر بر ہو گیا۔

تاریخ وفات

عید الفطر کی رات بوقت عشاء سنہ ۲۵۶ھ عید کے دن بعد الظہر مقام خرتنگ میں آپکو دفن کیا گیا۔ آپکی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ جنازہ میں شرکت کیلئے سمرقند سے کثیر تعداد میں لوگ آئے۔ گدھوں کا کرایہ زیادہ ہو گیا، اس لئے اس جگہ کا نام خرتنگ رکھا گیا، پہلے اور نام تھا۔ دفن بعد قبر سے خوشبو آنے لگی۔ یہ سلسلہ دراز زمانہ تک چلا۔ لوگ قبر سے مٹی اٹھاتے تھے۔

حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ تو آپکی احادیث جمع کرنے والے کی قبر سے بھی خوشبو آنے لگے یہ بعید نہیں۔

شعر
جمال ہمنشین در من اثر کرد وگر نہ من همان خاتم کہ ہستم

امام صاحبؒ کی فضیلت

قسطلانی نے عبدالواحد بن آدم الطحاویؒ سے روایت نقل کی ہے۔

فرماتے ہیں:

﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَهُوَ وَقَفُ فِي مَوْضِعٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ مَا وَقُوفُكَ هُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ أُنْتَظَرُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ أَيَّامٍ بَلَغَنِي مَوْتُهُ. فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ فِي السَّاعَةِ الَّتِي رَأَيْتُ فِيهَا النَّبِيَّ ﷺ وَلَمَّا ظَهَرَ أَمْرُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ، خَرَجَ بَعْضُ مُخَالَفِيهِ إِلَى قَبْرِهِ، وَاطْهَرُوا التُّوبَةَ وَالنَّدَامَةَ.﴾
 فتح الباری میں لکھا ہے: ﴿رَأَيْتُ الْبُخَارِيَّ فِي الْمَنَامِ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي، فَكَلَّمَا رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ قَدَمَهُ وَضَعَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَدَمَهُ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ.﴾

اس عبارت سے مراد اتباعِ سنت ہے۔

﴿فَرَبْرِي مِنْ تَلَامِيذِ الْبُخَارِيِّ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي النَّوْمِ. فَقَالَ لِي ابْنَ تَرِيدٍ؟ فَقُلْتُ أُرِيدُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، فَقَالَ أَقْرَبُهُ مِنِّي السَّلَامُ.﴾

فتح الباری میں لکھا ہے: یحییٰ بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں:

﴿لَوْ قُدِّرَتْ أَنْ أَزِيدَ مِنْ عَمْرِي فِي عَمْرِ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ لَفَعَلْتُ. فَإِنَّ مَوْتِي مَوْتَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، وَمَوْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ فِيهِ ذَهَابُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْعَالَمِ.﴾

شعر

اذا مات ذو علم وفیئاً فقد وقعت من الاسلام ثلثة

اقران اور اتباع کے ثنائیہ کلمات

فتح الباری نے ابو حاتم الرازی سے نقل کیا ہے: ﴿لم تخرج خراسان قط
احفظ من محمد بن اسماعیل ولا قدم منها الى العراق اعلم منه﴾
امام الائمۃ ابو بکر محمد بن اسحاق فرماتے ہیں ﴿ما تحت اديم السماء اعلم
بالحدیث من محمد بن اسماعیل﴾

ائمۃ حدیث اور فقہاء کی نگاہ میں

امام صاحب کا مقام

حافظ نے قتیبہ بن سعید کا قول نقل کیا ہے:

﴿جالستُ الفقهاء والزهاد والعباد، فما رأيتُ منذ عقلتُ
مثل محمد بن اسماعیل. وهو في زمانه كعمر في الصحابة. قال
احمد بن حنبل ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسماعیل﴾
فتح الباری)۔

﴿قال رجاء بن رجاء فضل محمد بن اسماعیل علی العلماء
كفضل الرجال علی النساء﴾ (فتح الباری)۔
﴿قال احمد بن اسحاق من اراد ان ينظر الى فقيه بحقه
وصدقه فلينظر الى محمد بن اسماعیل﴾

امام بخاریؒ کو یہ مقام اور مقبولیت فاقہ کشی جفا کشی اور ورع و تقویٰ کی وجہ
سے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

فاقہ کشی

امام صاحبؒ فرماتے ہیں: آدم بن ابی ایاس محدث کی صحبت میں حدیث حاصل کرنے حاضر ہوا۔ تین دن تک کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ گھاس کھا کر گزارہ کیا۔ تین دن کے بعد ایک کیس دینار کا ناواقف شخص نے دیا۔ بھوک برداشت کیا شیخ کو نہیں چھوڑا۔

﴿يقول خرجت الى آدم بن ابی ایاس فتأخرت نفقتی حتی جعلتُ اتناول حشيش الارض فلما كان يوم الثالث اتانى رجلٌ لا اعرفه فاعطانى صرةً فيها دنانير.﴾ (فتح الباری)۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ بیمار ہو گئے۔ جب اطباء نے تشخیص کی پتہ چلا امام صاحبؒ سالن استعمال نہیں کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ نے تصدیق کی فرمایا: ﴿لم آتدم منذ اربعين سنة فسلوا عن علاجه. فقالوا علاجه الأدم فامتنع حتى ألح عليه المشائخ واهل العلم فاجابهم ان يأكل مع الخبز سكرة.﴾



جفا کشی

حافظ ابن حجرؒ نے محمد بن حاتم وراق سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں امام

بخاریؒ کے ساتھ سفر کرتا تھا، ایک ایک رات میں ۱۵ سے ۲۰ مرتبہ رات کو اٹھتے دیکھتا

تھا۔ آگ جلا کر حدیث لکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہمیں حکم فرماتے ہم خدمت کرنے کیلئے ساتھ ہیں۔ جواب میں فرمایا: آپ جوان ہیں آپ کی نیند خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ رمضان شریف میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں ۲۰ آیات قرآن کریم سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح اجتماعی ختم نکالتے اور تنہا ہر رات میں ۱۰ پارہ پڑھ کر ہر تین رات میں قرآن کریم کا ختم کرتے تھے۔ اور ہر دن رمضان شریف میں افطار کے وقت آپ کا ختم پورا ہوتا تھا۔



ورع اور تقویٰ

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ﴿مَا اغْتَبْتُ أَحَدًا قَطُّ مِنْذَ عَلِمْتُ أَنَّ الْغِيْبَةَ حَرَامٌ﴾۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ﴿لَا رَجْوَانَ الْقِيَامِ وَلَا يَحَاسِبُنِي أَنِّي اغْتَبْتُ أَحَدًا﴾۔ (فتح الباری) امام صاحبؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات کو کسی شاعر نے اشعار میں قلمبند کیا ہے:

كَانَ الْبُخَارِيُّ حَافِظًا وَمُحَدِّثًا

جَمَعَ الصَّحِيحَ مَكْمَلِ التَّحْرِيرِ

مِلَادُهُ صَدَقَ وَمُدَّةُ عَمْرِهِ

فِيهَا حَمِيدٌ وَأَنْقَضَى فِي نَوْرِ

۲۵۶

۶۲

آپ کی کل عمر ۶۲ سال ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے، امام صاحبؒ کے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال مبارک تھے۔ اپنے لباس میں رکھتے تھے۔

کتاب البخاری احوال الجامع الصحیح

نام کتاب: کتاب کا پورا نام جو مؤلف نے رکھا ہے:

الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله ﷺ وسننه وایامه.

بالفاظ دیگر الجامع الصحيح المسند المختصر من حدیث

رسول الله ﷺ وسننه وایامه.

(۱) حدیث سے مراد اقوال رسول اللہ ﷺ

(۲) سنن سے مراد افعال رسول اللہ ﷺ.

(۳) ایام سے مراد مغازی رسول اللہ ﷺ.



وجہ تسمیہ

بخاری کو صحیح اسلئے کہا جاتا ہے مصنفات میں سے پہلا مصنف ہے۔ جو صحیح

حدیث کو غیر صحیح سے جدا کر کے لکھا گیا ہے۔

امت کا اتفاق

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم کے تمام احادیث صحیح ہیں۔ البتہ

ترجیح میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک صحیح بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ اصح

الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا ہے۔ بعض علماء مغارب نے فن اعتبار کے لحاظ سے

مسلم کو ترجیح دی ہے۔ فن اعتبار کا مطلب یہ ہے: امام مسلم ایک باب کے اندر اس

باب کے مناسب جتنے احادیث ہیں، شواہدات، متابعات وہ سب کو جمع کیا ہے۔

اس وجہ سے مسلم میں حدیث کی تلاش آسان ہے بخلاف بخاری کے۔ اس میں ایک حدیث تکرار کے ساتھ مختلف مقامات میں ذکر ہوئی ہے۔ بخاری، مسلم کے احادیث کی صحت پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

الجامع

محدثین کی اصطلاح میں جامع اسکو کہتے ہیں جو ابواب ثمانیہ پر مشتمل ہو۔ وہ ابواب ثمانیہ اس شعر میں مذکور ہیں:

شعر

سیر آداب و تفسیر و عقائد فتن اشراط و احکام و مناقب

سیر سے مراد مغازی، آداب سے مراد اکل و شرب وغیرہ۔ اشراط سے مراد علامات قیامت، احکام سے مراد مسائل، مناقب سے مراد درجہ و مرتبہ۔ یہ ابواب ثمانیہ بخاری، ترمذی دونوں میں مذکور ہیں۔ اسی وجہ سے دونوں کو جامع کہا جاتا ہے۔ مسلم کی جامعیت میں اختلاف ہے، باب التفسیر کی اختصار کی وجہ سے۔

سنن

حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احکام ابواب فقہ کے ترتیب پر مرتب ہوں۔ صحاح ستہ میں سے ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کو سنن کہتے ہیں۔ بخاری صرف جامع کہلاتا ہے۔ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ صرف سنن کہلاتے ہیں۔ ترمذی سنن بھی اور جامع بھی کہلاتے ہیں۔ جامع اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کتاب التفسیر مفصل مذکور ہے۔

مؤلفات حدیث کے اقسام

- (۱) - جامع - (۲) - سنن - (ان دونوں کی تعریف گذر گئی)
- (۳) - المسند: حدیث کی اس کتاب کا نام ہے جس میں روایات صحابہ کرامؓ کے درجہ کے اعتبار سے مذکور ہوں ترتیب وار۔ مثلاً، پہلے ابو بکر صدیقؓ کے روایات ذکر ہوں پھر عمر بن الخطابؓ کے روایات، پھر عثمان بن عفانؓ کے روایات، پھر علی بن ابی طالبؓ کے روایات بالترتیب مذکور ہوں۔ ہلم جز ۱۔
- (۴) - المعجم: محدثین کے نزدیک معجم کی تعریف راوی اپنے شیوخ کی روایات کو درجہ کے اعتبار سے بالترتیب ذکر کرے۔
- (۵) - المفرد: راوی ایک شیخ کی روایات ذکر کرے۔ مثلاً، صرف ابو ہریرہؓ کے یا اور ایک صحابی کی روایات ثبت کرے۔
- (۶) - الغریب: غریب کی تعریف یہ ہے کہ ایک شاگرد ایک شیخ سے اپنے تفردات قلمبند کرے۔
- (۷) - الجزء: مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ کے روایات جمع کرے۔ جیسے جزء القراءة، جزء رفع الیدین۔
- (۸) - المستدرک: مستدرک کی تعریف وہ روایات بخاری، مسلم یا ایک کے شرط کے موافق ہوں۔ انکو ذکر کرے اور وہ روایات صحیحین میں مذکور نہ ہوں۔
- (۹) - المستخرج: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں دوسری کتاب کی روایات اس طرح ذکر کرے مصنف کا واسطہ نہ ہو گویا کہ اپنی سند سے نقل کر رہا ہے۔ جیسے مستخرج ابی عوانہ اور مستخرج ابی نعیم۔

فضیلت صحیح البخاری

قسطلانی میں لکھا ہے: جس کشتی میں صحیح بخاری کا نسخہ رکھا ہوا ہو وہ کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔

(انا اقول): جس شخص کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کے احادیث کا علوم رکھا ہے وہ بطریق اولیٰ دنیوی اور اخروی تمام آفات اور مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔

ارشاد الساری میں لکھا ہے: ﴿انّ الصحيح البخاری ما قرئ فی شدّة الا فرجت﴾

ارشاد القاری میں لکھا ہے:

﴿انّ ما قرئ فی حاجة الا قضيت وانه اذا قرئ فی بیت فی ایام الطاعون حفظ الله تعالى اھالیھا من الطاعون﴾

سید جمال الدین اپنے استاد سید اصیل الدین سے نقل کرتے ہیں:

﴿انّہ قرء صحیح البخاری نحو عشرين ومائة مرة فی الوقائع والمہمات۔ قال لنفسی وللناس الآخرین فبایتہ نية قرئته حصل المقصود وكفی المطلوب﴾

ابوزید مروزی کا خواب

فتح الباری میں لکھا ہے: ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

﴿كنت نائماً بین الرکن والمقام فرئیت النبی ﷺ فی المنام فقال لی یا ابازید الی ما تدرس کتاب الشافعی ولا تدرس کتابی۔

فقلت یا رسول الله ﷺ وما کتابک؟ قال جامع محمد بن اسماعیل﴾

(انا اقول) نبی ﷺ نے صحیح بخاری کو اپنی کتاب قرار دیا یہ میری کتاب ہے۔

جس سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔ صحیح بخاری کی صحت پر پوری اہمیت کا اتفاق ہے۔

سبب تالیف

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا۔ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے، آپ کی بدن سے کھیاں اڑ رہی ہوں۔
عربی عبارت: روى عنه قال رثيت النبي ﷺ فى المنام وكانى واقف بين يديه وبىدى مروحة اذب عنه .

تعبیر خواب: امام بخاریؒ کے استاد اسحاق بن راہویہ نے اس خواب کی تعبیر کی۔ آپ صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع احادیث سے جدا کرینگے۔ چنانچہ اس خواب کے بعد امام صاحبؒ نے بخاری شریف کی تالیف شروع کی۔ دوسری وجہ اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں اہل مجلس کے درخواست و التماس کی وجہ سے تالیف فرمائی۔

سن تالیف

سنہ ۲۱ھ میں تالیف شروع کی۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال کی تھی۔

مدت تالیف

۱۶ سال میں صحیح بخاری کی تالیف مکمل ہو گئی۔ تالیف سے فراغت کی سن سنہ ۲۳ھ ہے۔ امام بخاریؒ کی عمر تالیف سے فراغت کی وقت ۳۹ سال کی تھی۔

مدت تدوین

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے: امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کو ۲۳ سال درس دیا ہے۔ میں (مؤلف) تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کو ۲۸ سال درس دیا ہے۔ امید ہے کہ مزید درس دینے کی اللہ تعالیٰ توفیق اور موقع عنایت فرمائینگے۔

تألیف کتاب میں اہتمام

فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کرتا تھا، ہر حدیث کی صحت پر کامل یقین حاصل کر کے لکھا ہے۔

فتح الباری کی عبارت: ﴿وما ادخلتُ فیہ حدیثاً حتیٰ استخَرْتُ اللہَ وَصَلَّیْتُ رَكَعَتَیْنِ وَتَیَقَّنْتُ صَحَّتَهُ . وَرَوَى عَنْهُ مَا اَدْخَلْتُ فِی كِتَابِ الْجَامِعِ اِلَّا مَا صَحَّ وَتَرَكْتُ كَثِیْرًا مِنْ الصَّحَاحِ لِحَالِ الطَّوْلِ﴾

ابتدائی تصنیف کا مکان

حطیم میں بیٹھ کر حدیث لکھنا شروع فرمایا تھا۔ پھر مختلف علاقوں میں، شہروں میں حدیثیں لکھیں۔ کیونکہ مدت تألیف ۱۶ سال ہے۔ حریم الشریفین میں ۴ سال یا ۶ سال قیام فرمایا تھا۔ ابواب تراجم سارے کے سارے ریاض الجنتہ میں ایک ہی مرتبہ پٹھکر لکھے ہیں۔ اب روایات میں جمع کرنا آسان ہو گیا۔ حطیم والی روایت ابتدائی حدیث لکھنے شروع کرنے پر محمول ہے۔ اور ریاض الجنتہ روضہ اطہر میں پٹھکر لکھنے والی روایت ابواب تراجم پر محمول ہے۔ لہذا روایات میں اختلاف نہیں رہتا۔ سارے روایات صحیح ہے۔

صحیح بخاری کی روایات کی تعداد

امام بخاریؒ نے ۶ لاکھ احادیث سے چُن چُن کر صحیح حدیثیں اپنی کتاب میں درج فرمائی ہیں۔ گویا صحیح بخاری ۶ لاکھ احادیث کا لب لباب ہے۔ حافظ تقی

الدين ابو عمر و عثمان بن صلاح نے مکررات کے ساتھ ۷۲۷۵ احادیث شمار کی ہیں۔ بغیر مکررات ۲۰۰۰ شمار کی ہیں۔ فتح الباری میں لکھا ہے: حافظ ابن حجرؒ نے مکررات کے ساتھ ۹۰۸۲ احادیث شمار کیے ہیں۔ بغیر مکررات ۲۵۱۳ لکھی ہیں۔ بغیر مکررات کے جو مجموعہ ہے اسکو تجرید البخاری کہا جاتا ہے۔ یاد کرنے میں آسانی کیلئے چند معلوماتی یادداشت ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

بخاری میں جملہ کتب کے عنوان ۶۹ ہیں۔ جلد اول میں ۳۴ اور جلد ثانی میں ۳۵ ہیں۔ تعداد ابواب جلد اول ۲۱۴۸ اور تعداد ابواب جلد ثانی ۱۷۵۰ ہے۔ کل تعداد ۳۸۹۸ ہے، مع احتمال القلة والكثرة۔

اصطلاحات بخاری

محدثین علی شرط البخاری اور کہیں علی شرط الشيخین کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ لفظ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں استعمال کیا ہے۔ علی شرط البخاری یا شرط الشيخین کے دو معنی ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ جو رجال حدیث کے سند میں مذکور ہیں، وہ سارے رجال بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی مذکور ہیں۔ مع شرط الصحة عدالة وضبطاً۔

دوسری معنی: اس حدیث کے سند کے رجال ایسے قوی ہیں جیسے بخاری اور مسلم کے سند کے رجال ہیں۔

تعلیقات بخاری

تعلیق اسے کہتے ہیں کہ محدث سند کا ابتدائی حصہ حذف کر دے۔ امام بخاریؒ ایسی روایات ترجمۃ الباب میں کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی

تعلیقات مرفوع متصل کے حکم میں ہیں۔

ثلاثیات بخاری

صحیح بخاری میں ثلاثیات کی تعداد ۲۲ ہے۔ ۲۰ کی روایت کرنے والے خفی ہیں۔ ۲ کے راوی غیر خفی ہیں۔ پھر ۲۲ میں سے ۱۱ کے راوی مکی بن ابراہیم ہیں۔ وہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ (لامع الدراری شرح صحیح البخاری)۔

ثلاثی کی تعریف

ثلاثی اسے کہتے ہیں جس کے واسطے تین ہوں۔ ۱۔ تبع تابعی۔ ۲۔ تابعی۔ ۳۔ صحابی۔

انواع حدیث میں یہ اعلیٰ شمار ہوتا ہے۔ یعنی امام بخاریؒ اور نبی ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ حدیث اعلیٰ ہے۔ فقہ خفی میں دو واسطے ہیں۔ ثنائی ہے۔ بلکہ وحدانی کی بھی روایت ہے۔ فقہ خفی بطریق اولیٰ قوی اور مضبوط ہے۔ حاصل کلام: جب واسطے کم ہوں وہ حدیث زیادہ قوی شمار ہوتا ہے۔

لفظ ہو اور یعنی

راوی کے نام کے بعد ہو یا یعنی کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ راوی کا تعین کرنا مقصود ہے۔ شیخ نے راوی کو مبہم ذکر کیا تھا۔ شاگرد ہو یا یعنی بڑھا کر کے ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ التباس نہ رہے۔ اور نہ کذب لازم آجائے۔ شاگرد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ لفظ میرا ہے میرے شیخ کا نہیں ہے۔

مثلاً او نحوہ

شیخ جب ایک حدیث کا متن ایک سند کے ساتھ ذکر کرے، پھر اس متن کی دوسری سند ذکر کرنا چاہے سند ذکر کر کے آخر میں مثلاً یا نحوہ لکھے گا۔ دوبارہ اس متن کو ذکر نہیں کریگا۔ تاکہ بلا فائدہ تکرار نہ ہو۔ یہ چند اصطلاحات ذکر کئے گئے

تاکہ فتح حدیث میں حدیث پڑھانے والے کو مہارت ہو۔

مذہب الائمتہ الستہ

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے ائمہ صحاح ستہ کا مذہب قلمبند کیا جاتا ہے اختلافی اقوال بہت سے ہیں۔ مختلف فیہ اقوال کے ذکر سے قطع نظر صرف رائج قول کو ذکر کرونگا۔

- (۱)۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: امام بخاریؒ مجتہد غیر مقلد ہیں۔
- (۲)۔ فیض الباری میں لکھا ہے: امام ترمذیؒ شافعی المذہب ہیں۔
- (۳)۔ امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ حنبلی ہیں۔
- (۴)۔ ارشاد القاریؒ میں لکھا ہے کہ۔ "امام مسلمؒ مالکی ہیں۔ عرف شذی میں لکھا ہے امام ابن ماجہؒ شافعی ہیں۔"

آداب الحمدِ ثین

حدیث پڑھانے والے اساتذہ کرام کے متعلق سلف الصالحین اور اکابر علماء کے چند ہدایات زیر قلم لانا چاہتا ہوں، ان شاء اللہ مفید ثابت ہونگے اور حدیث پڑھانے میں برکت ہوگی اور پڑھنے والے مستفیدین کو فیض حاصل ہوگا۔

علامہ سیوطیؒ نے تدریب میں لکھا ہے علم حدیث عزت اور شرف والا علم ہے۔ حدیث پڑھانے والا استاذ مکارم اخلاق اور محاسن الشیم والے صفات سے اپنے کو نوازیں، کیونکہ علوم حدیث علوم آخرت میں سے ہیں۔

ابو الحسنؒ فرماتے ہیں: ﴿من اراد علم القبر فعليه بالاثر من حرمه حرم خيراً كثيراً ومن رزقه نال فضلاً جزيلاً﴾

اسلئے حدیث پڑھانے والے استاذ کیلئے ضروری ہے تصحیح نیت اور اخلاص۔
محدث اپنے دل کو دنیا اور ادناس دنیا، حب جاہ و مال و حب ریاست سے پاک
رکھیں، بلکہ اسکا اہم مقصد علم حدیث کی نشر و اشاعت اور تبلیغ دین ہونا چاہئے۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: میں نے حبیب بن ثابت سے حدیث سنانے کی
درخواست کی، حبیب نے جواب میں فرمایا: حتیٰ تحسن النیت۔ پہلے اپنی نیت صحیح
کر معلوم ہوا کہ حدیث پڑھنے، پڑھانے والے کی نیت صحیح ہو، تب ثمرہ حاصل ہوگی۔
﴿او جز المسالك میں لکھا ہے: وينبغي ان لا يأخذ عليه

اجراً ان استطاع ذلك﴾

حدیث پڑھانے والے استاذ اگر صاحب استطاعت ہے اپنی ضروریات
زندگی کیلئے محتاج نہیں تو بہتر ہے کہ تنخواہ نہ لیں بلا اجرۃ حدیث پڑھائیں۔ ایسے استاذ
سے حدیث پڑھنے میں زیادہ فیض حاصل ہوگا۔ اگر صاحب استطاعت نہیں، اس
کیلئے تنخواہ دینا جائز ہے۔ مگر بقدر کفاف نہ کہ اپنے کو متمول بنائیں۔ آج کل فیس
لینے کا جو رواج رائج ہو کر چلا ہے یہ بالکل غیر شرعی عمل ہے، یہود اور نصاریٰ والا عمل
ہے۔ اس سے دین اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ قرآن اور علم کو ذریعہ معاش بنانا
انکے ذریعہ سے اپنے کو متمول بنانا تقویٰ کے خلاف ہے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ﴿من اخذ على التحديث اجراً لا تقبل
روايته. عن احمد بن حنبل﴾

تطہیر اور تطیب کا اہتمام

سمعی فرماتے ہیں: حدیث پڑھانے والے استاذ غسل یا وضوء کریں اور

مسواک لگائیں اور خوشبو استعمال کریں اور داڑھی کو کنگھی لگا کر درس حدیث شروع کریں۔ نیز حدیث پڑھنے سے پہلے درود شریف پڑھنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ امام مالکؒ کا معمول تھا، باوقار طریقہ سے اپنے منہ پر ہٹھکر حدیث پڑھاتے تھے۔ راستہ چلتے ہوئے حدیث نہیں بتاتے تھے، جب امام صاحب سے پوچھا گیا وجہ کیا ہے کہ آپ چلتے ہوئے حدیث نہیں بتاتے ہیں؟ امام مالکؒ نے جواب میں فرمایا: احب ان اعظم حدیث رسول اللہ ﷺ۔

کرمانی میں لکھا ہے: حدیث کے درس شروع کرنے سے پہلے حمد و ثنائے باری تعالیٰ اور درود و سلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء ﷺ، اور قرآن یعنی تلاوة قرآن کریم اور دعاء کا اہتمام کریں۔

اوجز المسالک میں ابن مسیب کا عمل منقول ہے، آپ لیٹے ہوئے حدیث بیان نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ حالت مرض میں آپ سے حدیث دریافت کیا گیا، سیدھے ہٹھکر حدیث بیان کیا۔ فرمایا: کرهت ان احث عن رسول الله ﷺ وانا مضطجع۔

عبداللہ بن مبارکؒ

ابن مبارک سے چلتے ہوئے راستہ میں کسی نے حدیث پوچھا، ابن مبارکؒ فرمایا:

﴿ليس هذا من توقير العلم. وعن مالک قال مجالس

العلم تحتضر بالخشوع والسکينة والوقار.﴾

اوجز المسالک میں لکھا ہے: ﴿ویکره ان يقوم لاحد فقد قيل اذا قام

القاری لحدیث رسول الله ﷺ لاحد فانه یکتب علیه بخطیئة﴾

چونکہ حدیث کی عزت سے کسی کی عزت زیادہ نہیں ہے اسلئے درس حدیث میں کسی کیلئے اٹھنا جائز نہیں، اٹھنے والا گناہگار ہوگا۔

مجلس حدیث

درس حدیث کے دوران آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔ استاذ حدیث کو چاہئے کہ درس حدیث کے آداب سے تلامذہ کو آگاہ کریں، آواز بلند کرنے والوں کو زجر و تنبیہ کریں۔ امام مالکؒ اسکا بہت اہتمام کرتے تھے اور فرماتے تھے: مجلس حدیث میں آواز بلند کرنا آپ ﷺ کے مجلس میں اللہ تعالیٰ نے رفع صوت سے منع فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ: یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ۔ نبی ﷺ کی درس احادیث کے مجلس میں بھی رفع صوت کا یہی حکم ہے۔

اوجز المسالک میں لکھا ہے: ﴿فمن رفع صوته عند حدیثه فکانما رفع صوته فوق صوته﴾

درس حدیث کے آداب میں سے ہے کہ استاذ تمام طلباء کی طرف یکساں بلا امتیاز توجہ کریں تاکہ تلامذہ محسوس نہ کریں کہ استاذ ریاکاری میں مبتلا ہے۔ حبیب بن ثابت فرماتے ہیں: من السنة اذا حدث الرجل القوم ان یقبل علیہم جمیعاً

امام نوویؒ کا ارشاد اور ہدایت

﴿والاولیٰ ان لا یحدث بحضرة من هو اولیٰ منه لسنه او علمه او غیره وقیل یکره ان یحدث فی بلد فیہ من هو اولیٰ منه وینبغی له ان یرشد الیہ فالذین النصیحة﴾

امام نوویؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ایسے آداب کو ملحوظ رکھنے والا تکبر اور اپنے کو بڑائی سے بچاتا ہے۔ جس آدمی میں عجز و انکسار زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ راضی ہوتا ہے اور اس کو علم دین کا زیادہ خدمت کرنے کا موقع فراہم فرماتے ہیں:

درس حدیث کے آداب میں سے

اپنے شیوخ کی تعریف بھی ہے

کرمانی میں لکھا ہے: حدیث پڑھانے والے استاذ کو چاہئے کہ انشاء درس اپنے شیوخ کی تعریف کیا کریں۔

انا اقول: اپنے شیوخ میں سے جس سے زیادہ استفادہ کیا ہے انکی علمی کمالات، مہارت، تجربہ، ذہانت اور فصاحت کو طلباء کے سامنے بیان کرنے سے طلباء میں زیادہ استفادہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور درس و تدریس میں استاذ کے رضاء کو بہت دخل ہے جس شاگرد کا استاذ سے تعلق زیادہ رہتا ہے اس شاگرد کو تدریسی مواقع زیادہ فراہم ہوتے ہیں، یہ بات عقل و نقل تجربہ سے ثابت ہے، آگے باب آداب طالب حدیث میں اس پر مزید روشنی ڈالی جائیگی۔ انشاء اللہ۔

اوجز المسالک میں لکھا ہے: اپنے شیوخ کیلئے دعاء کیا کریں یہ سب سے زیادہ اس کیلئے ثناء و تعریف ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھیں جو احادیث رخصت کے ہیں انکو عوام الناس کے سامنے بیان نہ کریں، کیونکہ درجہ ملتا ہے عزیمت پر عمل کرنے میں رخصت پر عمل کرنا ضرورت کیلئے جائز رکھا گیا ہے۔ آج کل یہ کمزوری عوام درکنار خواص میں بھی پایا جاتا ہے۔ بلکہ رخصت پر عمل کو زندگی کا معمول بنایا گیا ہے۔ الحذر الحذر۔

نشر حدیث میں دوست اور دشمن کا فرق نہ رکھیں اس فیض میں سب کو شریک کر دیں۔ چہ دشمن برین خوان ینماء چہ دوست۔

اور جزم المسالک میں لکھا ہے: ﴿وینبغی للمحدث ان یمسک عن التحديث اذا خشی التخلیط بہرم او حزن او عمی﴾۔

حاصل کلام: جب تخلیط کا اندیشہ ہو، کبر سنی کیوجہ سے یا اور عوارض کیوجہ سے پھر ایسی

حالت میں حدیث روایت کرنا چھوڑ دے بہتر ہے۔ ضعیف العمری میں حدیث روایت کرنے سے گریز کریں۔ الحذر الحذر۔

آداب طالب حدیث

حدیث پڑھنے والے طالب کے آداب تحصیل علم میں ادب کا بڑا دخل ہے خصوصاً علم حدیث کے پڑھنے والے کیلئے ادب اشد ضروری ہے جیسے کہ مشہور ہے:

بے ادب محروم گشت از فضل حق

چونکہ اعمال کا مدار اللہ تعالیٰ نے نیت پر رکھا ہے جیسے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا: انما الاعمال بالنية۔ اعمال مقصودی جتنے اعمال ہیں خواہ بدنی ہوں یا مالی یا مشترک من البدنی والمالی بغیر نیت کے اداء نہیں ہو سکتے نہ عند اللہ مقبول ہو گئے نہ مکلف بری الذمہ ہوگا۔ غیر مقصودی اعمال بغیر نیت کے اداء ہو جاتے ہیں مگر اجر اور برکت سے خالی بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ اسلئے طالب حدیث اپنی نیت صحیح کریں کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کے رضاء کیلئے حدیث پڑھ رہا ہوں اور کوئی دنیاوی غرض لالچ نہیں رکھتا ہوں۔

صحیح نیت اور اخلاص کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، توفیق تسدید تیسیر کا کیونکہ بغیر اللہ تعالیٰ کے توفیق کا انسان کچھ نہیں کر سکتا ہے۔ پھر تمام مشاغل سے اپنے کو تحصیل حدیث کیلئے فارغ رکھے۔ کرمانی میں لکھا ہے: اپنے شہر کے ایسے شیخ سے حدیث پڑھے جو سب سے زیادہ اعلیٰ ہوں سنداً و علماً و شہرۃً و دیناً۔ فتح الباری میں لکھا ہے: ان العلم انما یؤخذ من الاکابر۔

فتح الباری میں ابوامیۃ الجمحی سے روایت نقل کیا ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال ان من اشراط الساعة ان يلتمس العلم عند الاصاغر.

کرمانی میں لکھا ہے: وينبغي ان يعظم شيخه ومن يسمع منه فذلك من اجلال العلم واسباب الانتفاع ويعتقد جلالة شيخه ورجحانه ويتحوى رضاه. صرف شیخ کے تعظیم اور اجلال پر اکتفاء نہ کریں۔ بلکہ دوسرے طالب حدیث کو بھی ترغیب دیدیں، تاکہ دوسرے طلباء شیخ کے استفادات سے محروم نہ رہیں۔

کرمانی میں لکھا ہے: وينبغي له اذا ظفر بسماع ان يرشد اليه غيره فان كتمان له لؤم يقع فيه جهلة الطلبة فيخاف على كاتمه عدم الانتفاع فان من بركة الحديث افادته وبنشره ينمي ويحذر كل الحذر من ان يمنعه الحياء والكبر من السعي التام في التحصيل.

مذکورہ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پڑھنے والے طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ استاذ حدیث کی تعظیم اور اکرام کو ملحوظ رکھے اور انکے رضاء و خوشی کو مطلوب بنائے، کیونکہ استاذ کی رضاء مندی کو تحصیل علم میں بہت دخل ہے۔ دوسرے طلباء کو بھی شیخ کے درس کی طرف ترغیب دیکر متوجہ کریں، تاکہ کتمان علم سے بچ جائے۔

کرمانی میں لکھا ہے: شیخ سے استفادہ میں دشواری، تکلیف پیش آجائے برداشت کرے، کیونکہ تحصیل علم میں مشقت برداشت کرنا باعث برکت ہے۔

کرمانی کی عبارت: ليصبر على جفاء شيخه وقال يحيى بن كثير لا ينال العلم براحة الجسم. وقال الشافعي لا يفلح من طلب هذا العلم

بالتملل وغنى النفس ولكن من طلبه بذلة النفس وضيق العيش.
شعر

بقدر الكد تكتسب المعالي من طلب العلى سهر الليالى
﴿قال ابن عباس﴾ مذاكرة العلم ساعة خير من احياء ليلة.
وقال ابو سعيد الخدرى مذاكرة الحديث افضل من قراءة القرآن قال
الزهرى آفة العلم النسيان وقلة المذاكرة. ﴿

شیخ کی تعظیم کے متعلق شیخ الادب

مولنا اعزاز علی دیوبندی فرماتے ہیں

﴿علیک بتعظیم الکتب والاساتذہ بل کل من فاق علماً وزکاء﴾
تعلیم المتعلم میں لکھا ہے: شمس الائمة الحلوانی بخاری سے نکل کر کسی
قریب گاؤں میں سکونت اختیار کیا، تلامذہ زیارت کیلئے آتے تھے، ملاقات کرتے
تھے۔ تلامذہ میں سے قاضی ابوبکر ملاقات میں تاخیر سے آتے استاذ نے وجہ پوچھا
قاضی صاحب نے جواب میں خدمت والدہ کا عذر پیش کیا، حلوانی نے
فرمایا: ﴿ترزق العمر ولا ترزق رونق الدرس﴾۔ قاضی صاحب کو درس کا
رونق حاصل نہیں ہو سکا۔

اور جز المسالك میں لکھا ہے: ﴿من لا يعرف لاستاذہ لا یفلح
ویتحرى رضاه ویحذر سخطه﴾۔

بیہقی حضرت عمرؓ سے موقوف حدیث روایت کیا ہے: تواضعوا لمن
تعلمون منه۔ امام الائمة امام الاعظم امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا آپ اس

بڑے منصب پر کس طرح پہنچے؟ جواب میں فرمایا:

﴿ما بخلت بالافادة ولا استحييت من الاستفادة. وعن الاصمعيّ ذلة السؤال خير من ذلة الجهل مدّة عمره. فيض الباري﴾
 عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: من بخل بالعلم ابتلى بثلاث اما
 ان يموت فيذهب علمه او ينسى او يتبع الشيطان. فيض الباري.

واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

﴿اشكر اعزّ اصحابي على عالم الصالح الاستاذ ورئيس
 المدرسين بجامعة الاسلامية المفتاح العلوم، الشيخ عبدالملك
 آفندی. حيث قام عن ساعد الجذّ لاستنساخ ما استأنفہ من العمل
 صباحاً ومساءً، ليلاً ونهاراً باخلاص ونشاط وفقه الله للخير وصانہ
 عن الشرّ والضرّ وزانہ باخلاق الثمين الدرّ تمت مقدمة الكتاب
 بعون ملك يوم الحساب. يوم الجمعة ستة عشر من الصفر المظفر
 ١٤٣٢ھ، ٢١ جنوری ٢٠١١ع.﴾

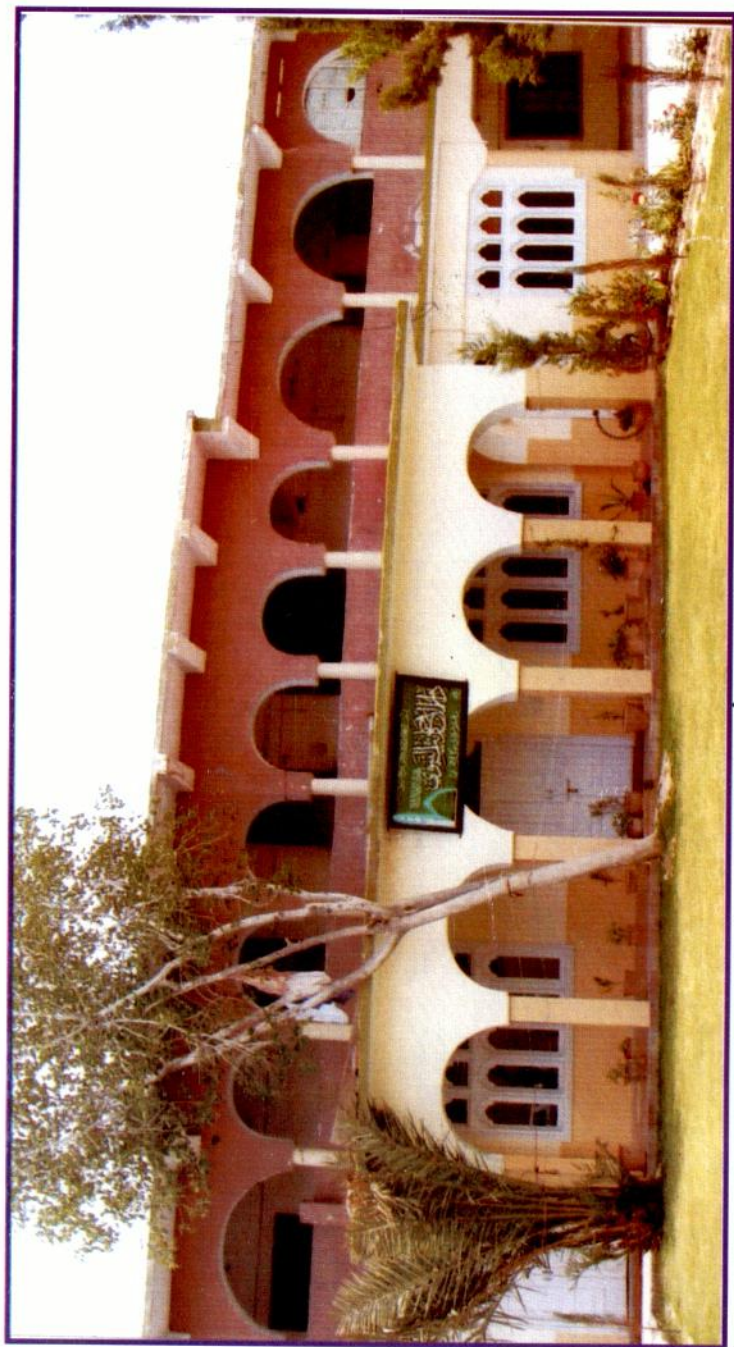




جامعہ کتب خانہ



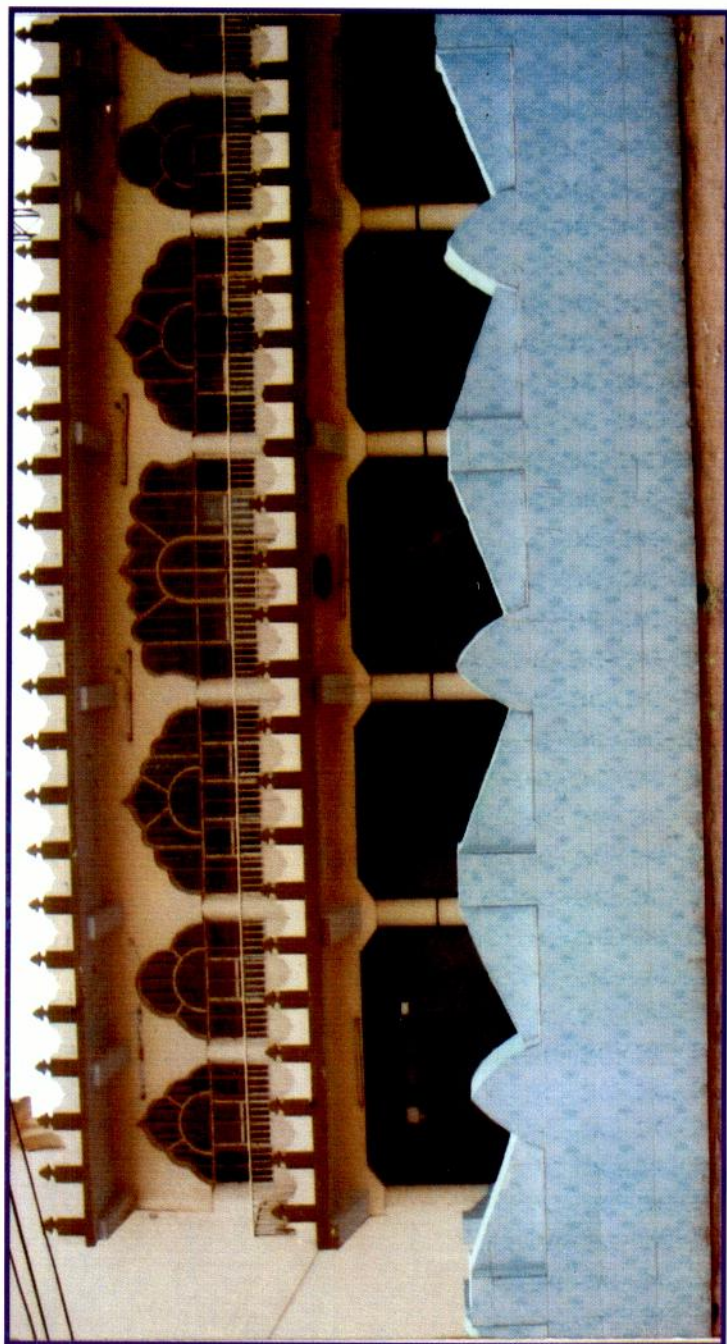
جامعہ کا ایک اور خوبصورت منظر



دارالحدیث کابردنی منظر

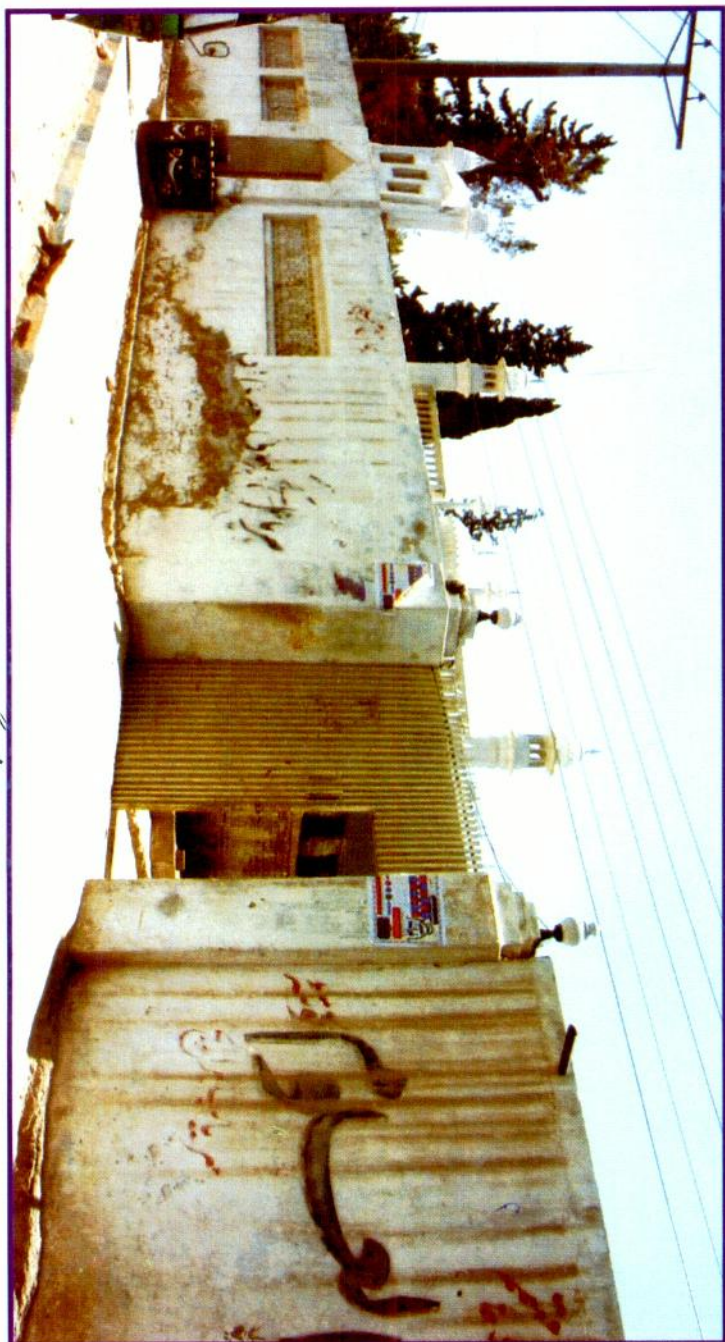


مسجد شریف کاندروہی منظر



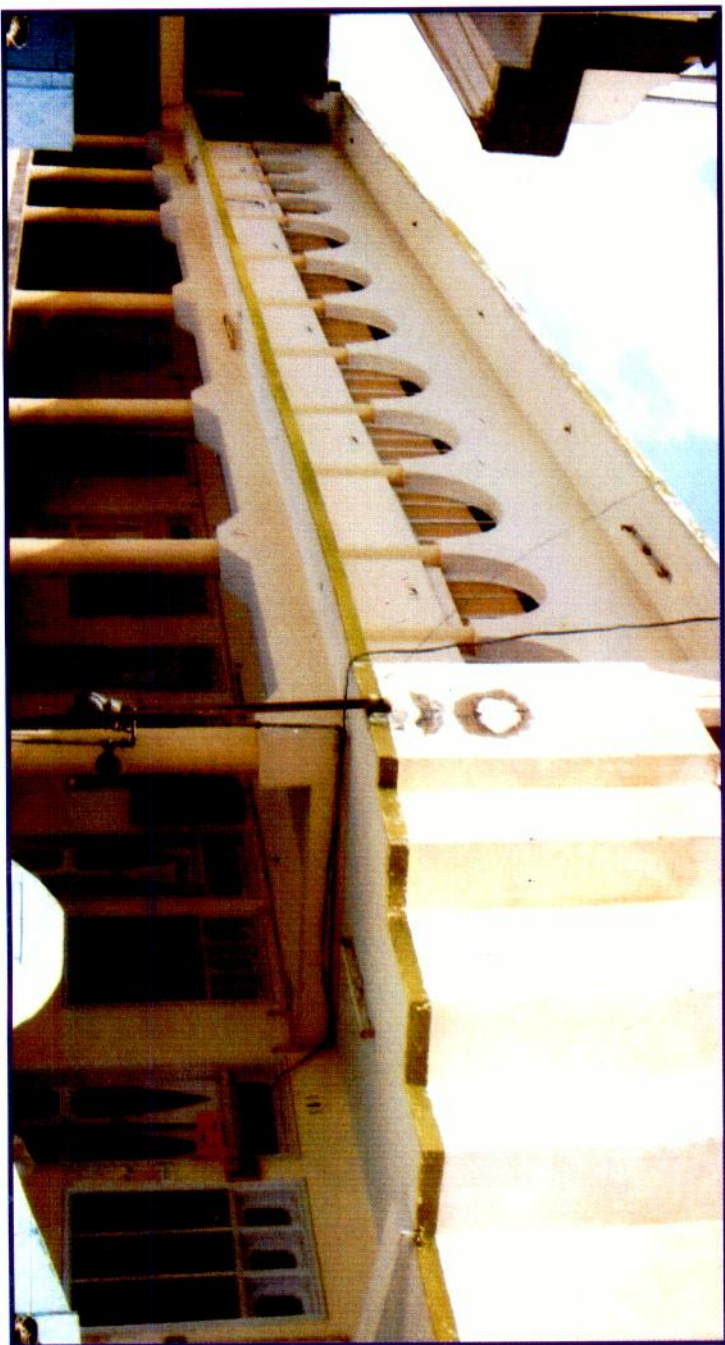
جامع مسجد کایرونی منظر

جامعہ کابرا شاخ نزدیکی بازار سرپاٹ کوئٹہ

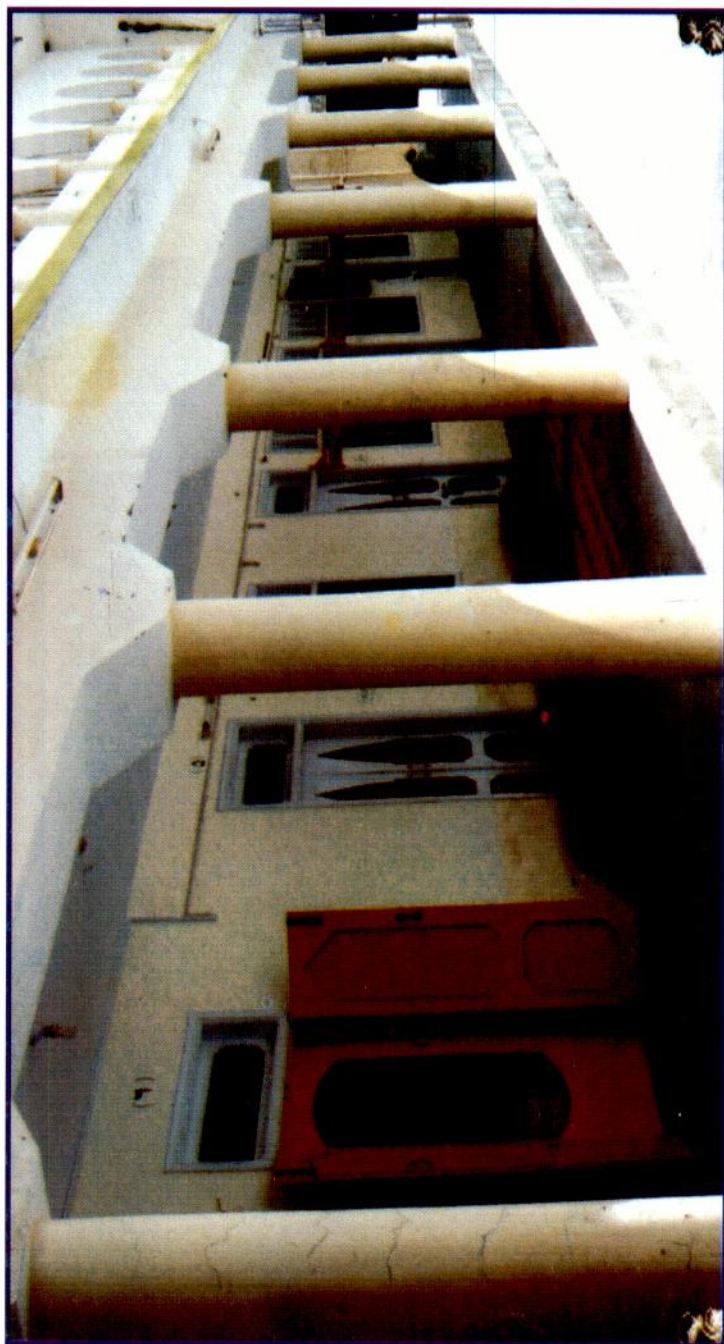




مسجد شریف کاندرونی منظر



دارالقائمودارالتعليم



دارالاقامہ کا آمدہ جس میں جامعہ کا خصوصی دفتر بھی ہے



دارالحدیث کا اندرونی منظر

جامعہ کابراچی دارالافتاء جو کہ زیر تعمیر ہے

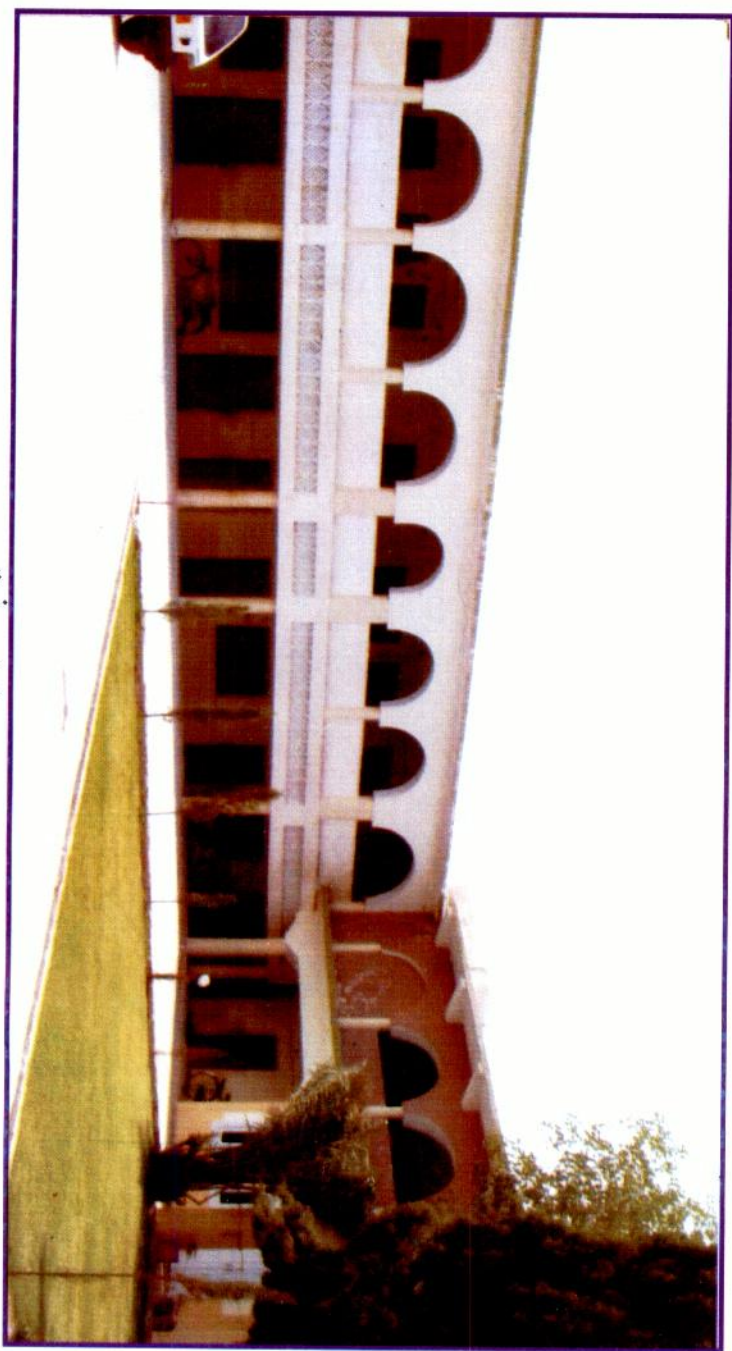


جامعہ کراچی دارالافتاء میں شادی سرایب



جامعہ کابرا نچ دارالائتہام کی جامع مسجد





دارالقامہ کبیر و فی منظر



جامع مسجد کابیر دہلی منظر



جامعہ کا صدر دروازہ